قیدی بچوں کے حقوق و سزا کا اسلامی اور مغربی تصور

فریدہ یوسف*

عبدالقدوس صہیب **

بچے کسی معاشرہ یا قوم کا مستقبل ہیں۔ اس اعتبار سے بچے خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ مگر اس کے باوجود مختلف معاشروں میں بچوں کو حقوق احسن انداز میں مہیا نہیں کئے جاتے رہے۔ بچوں کی تربیت پر مطلوبہ توجہ نہیں دی گئی۔ قرآن و سنت اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں بچوں کے حقوق مسلمہ ہیں۔ معاشرہ میں بچوں کے حقوق کا شعور پیدا کرنا علماء کی ذمہ داری ہے (۱)۔ قرآن و سنت کی رو سے والدین کے ذمہ بچوں کے درج ذیل حقوق ہیں۔ حقِ حیات، حق تحنیک، رضاعت، حضانت، عقیقہ، اچھا نام رکھنا، بہتر نگہداشت کرنا، دین واخلاق سکھانا، ضروری تعلیم دینا، آدابِ زندگی سکھانا، تفریح اور کھیل کود کا موقع فراہم کرنا، بچے کی صحت کی حفاظت کرنا، بالغ ہونے پر شادی کرنا، بچہ کا والدین کی وراثت کا حقدار ہونا اور اگر بچہ والدین کی زندگی میں وفات پا جائے تو اس کی نماز جنازہ ادا کیا جائے۔ اگر والدین حیات نہ ہوں تو ان کے اولیا کے ذمہ ہیں۔ نیز بالترتیب والدین، معاشرہ اور ریاست کا فرض ہے کہ کوئی بچہ اپنے بنیادی حقوق سے محروم نہ رہے۔ لیکن اگر بچے یا ان کے والدین میں سے ایک بھی قید میں ہو تو بچوں کے بہت سے حقوق کی ادائیگی ایک مسئلہ بن جاتی ہے۔ جس کے باعث بچے جرائم میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ مجرم بچوں کی تربیت، اصلاح اور سزا کے بارے میں کئی امور وضاحت طلب ہیں۔ جن میں سب سے پہلے اس بات کا تعین ضروری ہے کہ بچے کو قید کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

۱۔ بچوں کی قید کا جواز

لڑکپن میں بدقسمتی سے کسی بھی سبب سے جرم کر بیٹھنے، کسی جرم میں ملوث ہونے یا محض جرم کا الزام عائد ہونے کے باعث بچوں کی قید کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ ان سب صورتوں میں بچوں کے بہت سے حقوق کی ادائیگی حکومت اور جیل انتظامیہ کی ذمہ داری ہو جاتی ہیں۔ کم عمری میں جرائم میں ملوث ہونے کے باوجود

---

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان، پاکستان۔

** چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان، پاکستان۔

جرم کی ذمہ داری بالغ مجرموں کے مثل نہیں ہو سکتی نیز نابالغ مجرم پر جرم اور سزا کے اثرات بالغ مجرموں سے مختلف ہوتے ہیں لہٰذا ان کی قید غور طلب معاملہ ہے۔

(الف) اسلامی نقطۂ نظر سے بچوں کی قید

عہد نبویؐ اور عہدِ خلفائے راشدین میں بچوں کی قید کی کوئی مثال نہیں ملی۔عام طور پر فقہا کی رائے ہے کہ بچے کو قید نہ کیا جائے۔ بعض احناف نے بھی یہی رائے اختیار کی ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ بچہ بہت سے معاملات میں شریعت کی رو سے مکلّف نہیں ہوتا اس لیے قید نہ کیا جائے تاہم دوسروں کے نقصان کرنے پر اس کی تادیب کی جائے۔ابن نجیم نے لکھا ہے کہ بچے کو قید نہیں کیا جائے گا سوائے اس کے کہ اس کی تادیب کی جائے۔ تاکہ وہ اس طرح کے معاملات پر نڈر نہ ہو جائے جب کہ وہ کوئی ظلم کا معاملہ جان بوجھ کر کرے۔ لیکن جب وہ غلطی سے کرے تو ایسا نہیں کیا جائے گا۔ایسا ہی المبسوط میں درج ہے، کتاب الکفالۃ میں اور المحیط میں بھی آیا ہے کہ قاضی کو چاہیے کہ وہ تاجر بچے کو اصلاح کے مقصد سے قید کرے نہ کہ سزا دینے کے لئے۔ حتیٰ کہ وہ لوگوں کے حقوق میں ٹال مٹول سے باز آ جائے۔لہٰذا بچے کی اصلاح کی جائے گی تاکہ وہ برے افعال سے باز آ جائے(۲)۔

امام سرخسیؒ نے لکھا ہے کہ مالی معاملات میں بچے کو قید نہ کیا جائے گا بلکہ اس کے والد یا ولی کو اس بات پر مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس کا ضمان ادا کرے۔ اس امر پر مجبور کرنے نیز بچے کے بڑا نقصان کرنے کی وجہ سے اس کے ولی کو تربیت کے فرض میں کوتاہی کے باعث پابند کیا جائے۔ جبکہ ایک رائے یہ بھی ہے کہ بچے کو بھی قید کیا جائے ،تاہم یہ قید بغرض سزا نہ ہو گی بلکہ بغرض اصلاح ہو گی (۳)۔مالی معاملات کے علاوہ دیگر جرائم میں ملوث ہونے کی صورت میں اگر بچے کو تادیباً محبوس رکھنا ضروری ہو تو اس کو اس کے ولی کے پاس ہی قید کیا جائے۔ جیسا کہ نابالغ مرتدہ کو اس کے ولی کے پاس ہی محبوس رکھنے کا حکم ہے ، تاوقت یہ کہ وہ توبہ کر لے۔ نابالغ کو غیر معمولی حالات میں محدود وقت کے لئے قید کرنے کا جواز بعض صورتوں میں موجود ہے تاہم فقہا نے اس کی کئی شرائط بیان کی ہیں۔اسلامی فقہ کی رو سے نابالغ پر حدو قصاص نافذ نہیں کی جائیں گیتاہم تعزیری سزا اس کے جرم کے حساب سے دی جائے گی۔ لیکن دس سال سے کم عمر ہو تو تعزیری عقوبت بھی اس پر نافذ نہیں کی جائے گی۔ البتہ تادیب کی حدتک تعزیر کی جائے گی۔ مالی جرم کرنے پر ہر عمر میں نقصان کی تلافی کرنی ہو گی۔ اگر نابالغ نے قتل کیا ہو، خواہ قتل عمد ہو یا قتل خطا تو اس پر دیت واجب ہو گی۔ تاہم اسکی دیت اس کے عاقلہ پر لازم آئے گی (۴)۔ اس کے علاوہ فقہا نے اس کو قید کرنے کے لئے بھی بہت سی احتیاطیں ذکر کی

ہیں۔ مثلاً یہ کہ اگر اس کو قید کرنے کے لئے کوئی مناسب جگہ نہ ہو، یعنی جیل میں بالغوں اور مجرموں سے الگ کوئی مقام میسر نہ ہو تو اس کو اس کے والدین یا وصی کے پاس ہی محبوس رکھا جائے۔ تاکہ فتنہ و فساد سے بچا جا سکے (۵)۔

(ب) مغربی نقطہء نظر سے بچوں کی قید

ماضی میں سات سال سے زائد عمر کے بچے بڑوں کے ساتھ حراست میں رکھے جاتے تھے۔ انیسویں صدی میں امریکہ میں نوجوانوں کو بالغ مجرموں سے الگ رکھنے کا خیال عام ہوا اور نیو یارک میں The House of Refuges (1824) میں کھولا گیا۔ یہ امریکہ میں پہلا جووینائل کے لئے اصلاحی ادارہ تھا اور یہ بچوں کی حراست کے الگ اداروں کی طرف پہلا قدم تھا۔ دوسری ریاستوں نے اس کی تقلید کی۔ 1899 میں (Cook County State of Illinois) نے پہلی جووینائل عدالت بنائی اور اس کے بعد تیس سال کے اندر ہی تقریباً سب ریاستوں نے بچوں کے لئے عدالتیں قائم کیں۔ میری لینڈ کی ریاست نے 1930 میں بچوں اور نوجوانوں کے لئے علیحدہ ادارہ بنایا۔ اس سے قبل بچے محض بے گھر ہونے کی وجہ سے آوارہ پھرنے کے جرم میں بالغ مجرموں کے ساتھ قید کر دئے جاتے تھے (۶)۔

موجودہ دور میں نابالغوں (۱۶-۲۱ سال کی عمر کے افراد) کی حراست کا نظام بیسویں صدی کے آغاز میں شروع ہوا۔ انسائیکلو پیڈیا آف بریٹینکا کے مطابق (Borstal, Kent) کے مقام پر ۱۹۰۲ میں ایک پرانی جیل میں اس نظام کا آغاز کیا گیا۔ تاہم اس نظام کو باقاعدہ شکل (Sir Alexander Paterson) نے دی جو کہ ۱۹۲۲ میں جیل کمشنر کی حیثیت سے آئے۔ اس کے مطابق تجویز کیا گیا کہ نوجوانوں کی حراست کا ہر گھر پچاس افراد پر مشتمل ہو گا جس میں ایک (House Master\ House Mistress) اور سٹاف ہو گا۔ اس حراستی ادارے کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں نوجوانوں کو تمام دن دلچسپ اور پر مشقت کاموں میں مصروف رکھا جائے گا۔ یہاں پر فنی تعلیم کے کورسز بھی کرائے جائیں گے، جن میں شام کو چھ گھنٹے ادارے کے اندر یا باہر کے دیگر اداروں میں تعلیم بھی حاصل کریں گے۔ اس تربیتی دورانیہ میں محصورین کی ترقی کو گریڈز کے ذریعے جانچا جائے گا۔ اس ادارے سے رہائی کے بعد محصور کو معاشرہ میں (Central aftercare association) کے زیر نگرانی رکھا جائے گا اور ضروری ہو تو دوبارہ بھی تربیت کے لئے بلایا جا سکتا ہے (۷)۔ انگلینڈ میں بیڈ فورڈ کی جیل میں آٹھ بچوں کے ساتھ یہ نظام شروع کیا گیا۔ اس کے بارے میں 1900 میں یہ رپورٹ دی گئی کہ یہ نظام کامیاب ہے تاہم اس میں اسیران کی تقسیم کا سخت معیار، مضبوط اور طے شدہ اصولوں کی سختی سے پابندی،

سخت محنت اور رہائی کے بعد منضبط انداز میں نگرانی کی خصوصیات بیان کی گئیں۔اس نظام میں بہتر رویے کی بنا پر مقررہ وقت سے پہلے بھی مشروط رہائی کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ ۱۹۱۴کے بل میں کہا گیا کہ ہم بورسٹل سسٹم کو جیل سسٹم کی طرح بالکل نہیں بنانا چاہتے بلکہ اصلاحی اور تربیتی ادارہ بنانا چاہتے ہیں۔ ۱۹۱۴ سے ۱۹۴۸کے دورانیہ میں بورسٹل سسٹم میں بوجوہ کافی ترقی ہوئی۔اسکے بعد اس نظام میں دلچسپی کم ہوتی ہوئی نظر آئی۔ 1959 میں اس نظام میں تبدیلیاں نظر آئیں۔اگرچہ نابالغوں کو الگ رکھنے کا نظریہ قائم رہا۔تاہم اس میں تربیتی عنصر کم ہوتا نظر آیا۔اس کے ساتھ ایک اور نظام(Detention Centers) کا نمونہ سامنے آیا جو کہ جیل کے نظام سے مشابہت بھی رکھتا تھا(۸)۔

بورسٹل سسٹم ایک سادہ اور سخت اصول و قواعد پر مبنی نظام تھا۔ جس میں مثبت ترغیب کے ذریعے روئے کی اصلاح کو مطمح نظر بنایا گیا تھا۔اس کا بنیادی مقصد نوجوانوں میں مجرمانہ رجحان کو ہنر اور اخلاقیات کی تعلیم کے ذریعے بدلنا تھا،جس کے نتیجہ میں ذمہ دارانہ اور فکر پر مبنی طرز حیات کو رواج دیا جاسکے۔بورسٹل نظام بنانے والوں کا نظریہ تھا کہ نابالغوں کو ہمیشہ کے لئے قید نہیں رکھا جاسکتا۔ان کو باآخر معاشرہ میں واپس آنا ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسے نابالغ اور معاشرہ کے درمیان ایک مثبت اور صحت مندانہ تعلق پروان چڑھایا جائے۔ یعنی بورسٹل نظام کا مقصد مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے بچوں کی معاشرتی بحالی ہے۔اس نظام کے ذریعے سے نا صرف معاشرہکا تحفظ اس وقت کیا جاسکتا ہے جبکہ مجرمانہ ذہنیت کے نابالغ جیل میں اصلاحی نظم میں ہوں، بلکہ اس طریقے سے ان کی رہائی کے بعد بھی معاشرہ کو جرم سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے(۹)۔ بورسٹل انگلینڈ کے کینٹ میں ایک گاؤں تھا جس میں بچوں کے لئے معاشرتی، نفسیاتی، فنی اور صنعتی تربیت پر مبنی علیحدہ نظام کا تجربہ کیا گیا۔ یہ نظام باقاعدہ طور پر وہاں1908 میں شروع ہوا۔ پاکستان میں یہ نظام پنجاب بورسٹل ایکٹ کے تحت 1926 میں اختیار کیا گیا۔اور اس کے بعد سندھ بورسٹل ایکٹ کے تحت1955 میں سندھ میں نافذ کیا گیا۔

(ج) پاکستانی قانون کی رو سے بچوں کی قید

پاکستان پریزن رولز میں اٹھارہ سال سے کم عمر بچوں کو (Youthful Offender) اور اکیس سال سے کم عمر بچوں کو (Juvenile Offenders) کے تحت الگ اداروں میں رکھنے کی ہدایات ہیں۔ ان اداروں کو ریفارمیٹری سکولز اور بورسٹل جیل کے نام دیے گئے ہیں۔ پاکستان پریزن رولز کے باب نمبر بارہ میں ان اسیران کے بارے میں تفصیلی ہدایات دی گئی ہیں جس میں کچھ حد تک ان کی نشو نما کے تقاضوں کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ ان کو بہر حال بالغ مجرموں سے الگ رکھا جائے۔ سیشن جج یا

مجسٹریٹ درج ذیل مسائل کے حامل بچوں کو ان اداروں میں بھیج سکتے ہیں، جو مجرمانہ ذہنیت کے ساتھ پروان چڑھ رہے ہوں، جو صریح جسمانی یا ذہنی مسائل یا مرگی وغیرہ جیسے امراض کا شکار ہوں اور دس سال تک کی عمر کے ایسے مسائل رکھنے والے بچے بھی ان میں شامل ہیں۔ دس اور گیارہ سال کی عمر کے بچوں کو کم از کم پانچ سال اور زیادہ سے زیادہ سات سال تک ریفارمیٹری سکول میں رکھا جائے گا۔ بارہ سالہ بچوں کو کم از کم پانچ سال اور زیادہ سے زیادہ چھ سال رکھا جائے گا۔ تیرہ اور چودہ سال کے بچوں کو چار سال اور پندرہ سال کے بچوں کو تین سال تک اس ادارے میں محبوس رکھا جائے گا۔ اگر ریفارمیٹری سکول کی طرح کا انتظام نہ ہو تو عدالت ایسے بچوں کو جیل کے جووینائل وارڈ میں رکھنے کا حکم دیتی ہے۔ تاہم وہ بچے جن کو تین ماہ تک کے عرصہ کے لئے محبوس رکھنا ہو توان کو درج بالا اداروں میں نہیں بھیجا جاتا۔ اٹھارہ سال اور اکیس سال تک کی بچیوں کے لئے ہمارے ہاں کوئی الگ انتظام نہیں۔ انکو زنانہ جیل میں ہی رکھا جاتا ہے۔ جن مقامات پر لڑکوں کے لئے بھی الگ اداروں کا انتظام نہ ہو، ان کو مردانہ جیل کے جووینائل وارڈ میں رکھا جاتا ہے (۱۰)۔ اس بات کی شکایت انسانی حقوق کے بین الاقوامی ادارے (Human Rights Watch) نے بھی کی ہے۔ کہ پاکستان اپنے قوانین کے مطابق بچوں کی حراست کے ادارے قائم کرنے میں ناکام رہا ہے۔ اول تو پاکستان میں کل بیاسی جیلوں میں سے بچوں کی جیلوں کی تعداد نہایت کم ہے۔ ان کچھ مقامات کے علاوہ اکثر مقامات پر بچوں کو بالغوں کے ساتھ محصور رکھا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان کو بہت سے مسائل کا سامنا ہے۔ ان مسائل میں؛ زیادہ سختی، فنی اور صنعتی تعلیم کا فقدان، کھیل اور جسمانی ورزش اور نشوونما کے مواقع کا نہ ہونا شامل ہیں۔ اس حوالہ سے دو گروہ زیادہ متاثر ہیں ایک سزائے موت کے مقدمات میں ملوث بچے، ان کو بڑے مجرموں کے وارڈز میں سیل میں بند کیا جاتا ہے اور دوسرے نابالغ بچیاں۔ اس کے علاوہ نابالغوں کی خوراک کا معیار بھی ناکافی ہے۔ اس کے علاوہ بچوں پر جسمانی اور جنسی تشدد کی بھی شکایت کی ہے (۱۱)۔

پاکستان میں بچوں کی حراست کے معاملات کو دیکھنے کے لئے علیحدہ ادارے ہیں۔ (Children rights Convention, Riadh Rules) کے تحت نیز (UNSMR) کے تحت پاکستان میں بھی جووینائل کورٹس بنی ہیں۔ ۲۰۰۰ میں جووینائل جسٹس سسٹم آرڈیننس منظور کیا گیا، اس کے تحت یہ تجویز کیا گیا کہ اسلام آباد میں بچوں اور بچیوں کے علیحدہ ریفارمیٹری سکولز، بورسٹل سسٹم اور غیر ملکی بچوں کے لئے الگ ادارے قائم کئے جائیں، تاکہ اسلام آباد کی اعلیٰ عدالتوں کے لئے روز سفر نہ کرنا پڑے۔ غیر ملکی بچوں کے لئے بھی الگ ادارے قائم ہوں۔ بورسٹل اور ریفارمیٹری اداروں میں اسلامی طرز پر تربیت کو ترجیح بنایا جائے۔

صوبوں میں بھی ضروری ادارے قائم کئے جائیں (۱۲)۔ جدید خطوط پر پاکستان میں بورسٹل اداروں کے قیام اور ترویج کی شدید ضرورت ہے۔ بالخصوص بچیوں کے لئے الگ اداروں کا تصور تاحال پاکستان میں نیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خواتین کی تعداد مرد مجرموں کے مقابلے میں نہایت کم ہوتی ہے اور نابالغ بچیوں کا تناسب اس سے بھی کم۔ لہٰذا ایسا کوئی ادارہ تاحال قائم نہیں کیا گیا۔ اگرچہ اس کے بعد (Punjab Juvenile Justice System Rules, 2002) بھی منظور ہوا۔ اس میں مزید معاملات میں قانون سازی کی گئی۔ تاہم ضروری امور ابھی حل طلب ہیں۔

جیل کے موجودہ نظام میں معاشرہ کے درج بالا مسائل اور جرائم کا شکار بچے چونکہ قانون کی گرفت میں آجاتے ہیں لہٰذا پاکستانی قانون کی رو سے ان کے لئے بورسٹل جیل کا نظام تجویز کیا گیا ہے۔ یہ بچے چونکہ اپنے والدین سے تعلیم و تربیت حاصل نہیں کر سکتے لہٰذا اب وہ جیل حکام کے زیر دست ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ" (۱۳)

تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اس کے ماتحتوں کے متعلق اس سے سوال ہو گا۔

والدین، اقربا اور معاشرہ سے دور رہنے کے باعث مجرم بچوں کے تعلیم و تربیت اور نشو نما سے متعلق حقوق کی ادائیگی جیل حکام اور انتظامیہ کے ذمہ عائد ہو جاتی ہے مگر دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ ان میں سے کئی حقوق کی ادائیگی نہیں ہوتی۔ جیل میں داخل ہونے والے بچے رہائی کے بعد معاشرے میں کوئی مثبت اور تعمیری کردار ادا کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔

۲۔ مجرم بچوں کی تربیت کے لئے خصوصی قانون سازی

بچوں کی تربیت کے حوالے سے اسلامی تعلیمات میں عمومی ہدایات دی گئی ہیں۔ درست خطوط پر بچے کی ذہنی نشو نما کے لیے اس کی دینی تربیت ضروری ہے۔ اسلام میں والدین کے لئے لازم ہے کہ وہ بچے کو سات سال کی عمر میں ہی نماز کا پابند بنائیں اور دس سال کی عمر میں نماز میں کوتاہی پر بچے کو سزا دیں۔ بچوں کو بنیادی باتیں سکھانا۔ ان کو طہارت، نظافت، گفتگو کے آداب بتانا، تعلیم دین، تعلیمِ اخلاق، آدابِ زندگی اور آدابِ معاشرت کی تربیت دینا ان کا بنیادی حق ہے تاکہ وہ دنیا و آخرت میں فلاح پا سکیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (التحریم،66:٦)

اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن

انسان اور پتھر ہوں گے

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

أكرموا أولادكم وأحسنوا أدبهم (۱۴)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی اولاد کی عزتِ نفس کا خیال رکھو اور انہیں اچھے آداب (واخلاق) سکھاؤ

قرآن کریم میں حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں ہیں ۔ وہ تربیت کا ایک باب مرتب کر رہیں ہیں۔ان آیات میں بہتر زندگی گزارنے کے اصول مختصراً بیان کئے گئے ہیں۔بچوں کی بہتر سماجی تربیت کے لئے اسلام میں کھیل کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے جو بچوں کے جسم اور ذہن کو بالیدگی عطا کرے۔ سورہ لقمان کے اس رکوع میں پہلے عقائد، توحید اور آخرت کی تاکید ہے۔اس کے بعد عبادات، اخلاقیات اور معاملات میں راستی کی تاکید ہے۔ یعنی ایک صحت مند شخصیت کی تعمیر کی بات ہے۔اس تعمیر کے لیے رسول اللہ ﷺ نے بچوں کے کھیل کی بھی حوصلہ افزائی کی۔

یعلیٰ عامری سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک دعوت پر جانے کے لیے نکلے۔اس موقع پر رسول اللہ کے سب لوگوں سے آگے آگے تھے۔آپؐ نے امام حسین کو دیگر بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے پایا۔آپ ﷺ نے ارادہ کیا کہ انکو پکڑ لیں۔ بچہ ادھر اُدھر بھاگتا تو ایسا ہی عمل رسول اللہؐ نے بھی ہنستے ہوئے کیا اور پھر ان کو پکڑ لیا۔پس آپ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ ان کے سر کے نیچے رکھا اور دوسرا ان کی تھوڑی پر رکھا اور اپنا منہ ان کے منہ پر رکھا اور انکو پیار کیا (۱۵)۔ رسول اللہ ﷺ نے بچوں کے کھیل اور مثبت جسمانی سرگرمی کی حوصلہ افزائی کی۔ رسول اللہ ﷺ کے اس عمل سے علماء نے بچوں کے ساتھ کھیلنے کی اہمیت کو سمجھا ہے۔ایک اور حدیث میں آتا ہے نبی کریم ﷺ بنی اسلم کے چند صحابہ کے پاس سے گذرے جو تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے۔آپ نے فرمایا کہ اسماعیل کے بیٹو تیر اندازی کرو تمہارے بزرگ دادا اسماعیلؑ بھی تیر انداز تھے۔ میں بنی فلاں (ابن الاورع) کی طرف ہوں ۔ جب آپ ﷺ ایک فریق کے ساتھ ہو گئے (تو مقابلے میں حصہ لینے والے) دوسرے فریق نے اپنے ہاتھ روک لیے۔آپ ﷺ نے تیر اندازی بند کرنے کیوجہ پوچھی تو دوسرے فریق نے جواب دیا جب آپؐ ایک فریق کے ساتھ ہو گئے تو بھلا ہم کس طرح مقابلہ کر سکتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اچھا تیر اندازی جاری رکھو میں تم سب کے ساتھ ہوں (۱۶)۔

اس حدیث مبارکہ سے مثبت سرگرمی اور جسمانی کھیل کی اہمیت ظاہر ہو رہی ہے۔دیگر کئی احادیث

مبارکہ سے ذہنی و جسمانی صحت کے حوالے سے مثبت سرگرمی اور مشق یا مثبت مقابلہ کی حوصلہ افزائی کا رویہ ثابت ہوتا ہے۔ اس کی ضرورت اس لیے بھی محسوس ہوتی ہے کہ ایسی مصروفیات صحت کی بقاو حفاظت کے لیے ضروری ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انصار کی بچیوں کو عید کے روز خوشی منانے سے منع نہیں فرمایا بلکہ منع کرنے کی حوصلہ شکنی کی۔ کھیل کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ مختلف قسم کے کھیل کے دوران اچھے اخلاق کی تربیت کے مواقع آتے ہیں۔ صدق، صبر، امانت اور معاملہ فہمی وغیرہ کی عملی طور پر تربیت کی جا سکتی ہے اور جھوٹ، خیانت، دھوکہ دہی، اور بد اخلاقی کی عملاً نفی کی جا سکتی ہے۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ بچے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ مکتب سے آنے کے بعد اسکو کسی اچھے کھیل کی اجازت دی جائے۔ جس سے مکتب کی مشقت سے راحت ملے مگر کھیل بھی اتنا کھیلے کہ تھک نہ جائے۔ اگر اس قدر کھیل کی اجازت نہ ہو اور تعلیم میں کمال سخت گیری کی جائے تو لڑکے کا دل مر جاتا ہے۔ دلچسپی ختم ہو جاتی ہے اور زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ تعلیم و تعلم سے فرار کا حیلہ ڈھونڈنے لگتا ہے(۱۷)۔

علماء نے لکھا ہے کہ کھیل بچے کی جسمانی نشو نما کے لئے بھی نہایت ضروری ہے اور اسی طرح ذہنی نشو نما کے لئے بھی ضروری ہے۔ یہ اس لئے بھی اہم ہے تاکہ بچہ بلوغت کے بعد اپنے فرائض کی انجام دہی کے قابل ہو سکے۔ قران کریم میں حضرت یوسفؑ کے حوالہ سے ذکر آیا ہے کہ حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹوں پر حضرت یوسفؑ کے حوالہ سے اعتبار نہیں کرتے تھے۔ حکمت نبوت کے باعث وہ ان کے مذموم ارادوں کے بارے میں محتاط تھے۔ برادران نے والد سے یوسفؑ کو الگ کرنے کے لئے کوئی اہم مقصد سوچا۔ وہ یہ کہ نشو نما اور صحت کی خاطر اس کو ہمارے ساتھ بھیجیں۔ حضرت یعقوبؑ ان پر اطمنیان نہیں کرتے، تاہم اس کے باوجود انہوں نے ایک بیٹے کی ضمانت پر نشو نما کی خاطر کھیل کے لئے ان کو باقی بھائیوں کے ہمراہ بھیج دیا(۱۸)۔

قرآن و حدیث کے عائد کردہ بچوں کے حقوق میں ایک نہایت اہم حق یہ ہے کہ بچے پر ناروا سختی یا تشدد نہ کیا جائے۔ اس ممانعتی حکم میں والدین، اساتذہ اور معاشرہ سب شامل ہیں۔ قرآن مجید نے رسول اللہ کی رحمت اور نرمی کو ہمارے لئے باعث نفع بتایا اور یہ بتایا کہ اگر وہ نرم خو نہ ہوتے تو ہم سب لوگ ان کے پاس سے ہٹ جاتے۔ یعنی ان سے حصول علم و دین ممکن نہ رہتا(۱۹)۔

اگر رسول اللہ ﷺ سے سیکھنے کے لئے نرمی کا رویہ لازمی ہے تو بچے بڑوں سے زیادہ نرمی کے حقدار ہیں۔ نیز بچے خواہ مجرم ہوں اگر مقصد ان کی تادیب ہے تو تشدد سے تادیب اور تربیت ممکن نہیں۔ تشدد سے صرف انتقام لیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ کا فرمان ہے:

" إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَوَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِوَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ"(۲۰)

اللہ نرمی اور خوش خلقی پسند کرتا ہے۔ خود بھی نرم ہے۔ دیتا ہے نرمی پر، جو نہیں دیتا سختی پر یا کسی اور چیز پر

ابن خلدون نے لکھا ہے کہ جو کوئی استاد، آقا یا حاکم سخت ہو اور خود پر نرمی اور خوشی حرام کئے رکھتا ہو تو وہ ناپسندیدگی ہی پیدا کرے گا اور وہ اپنے متعلقین میں جھوٹ اور مکر پیدا کرے گا۔ یہ سب اس کی عادت ہو جائے گی اور وہ یہ عادتیں ہی پیدا کرے گا۔ وہ اپنے گھر اور دیگر اجتماعات میں بھی اعلی اخلاق پیدا نہیں کر سکے گا۔ اس طرح وہ دوسرے انسانوں کو اسفل السافلین کے مقام پر پہنچا دے گا(۲۱)۔

درج بالا دلائل سے یہ بات واضح ہے کہ مجرم بچے کے معاملے میں بالغ قیدیوں کی نسبت اصلاح کا پہلو زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ لہٰذا اس کی تادیب کے ہر مرحلہ میں اس بات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ سزا تادیب کے مقصد کی تکمیل کرتی ہے۔ اگر سزا اصلاح نہ کر رہی ہو تو اسے تبدیل کیا جانا چاہیے۔ نیز یہ کہ موجودہ جیل کے نظام میں سزا یا قید سے اصلاح کے نتائج حاصل نہیں ہو رہے۔ ملکی قوانین کے علاوہ غیر ملکی قوانین میں بھی نابالغ مجرم کی اصلاح کے مقصد کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اسی بنیاد پر ان کے علیحدہ ادارے بنائے گئے ہیں جن کے قوانین بالغوں کی جیلوں سے بہت حد تک مختلف ہیں پاکستان پریزن رولز میں بچوں کی اصلاح کے لیے خصوصی ہدایات دی گئی ہیں:

> "1: Sustained work, 2: physical, mental and moral training with a view to teach them self-discipline; and 3: careful arrangement for their future after discharge. The aim of prison treatment shall be to give the young offenders whose mind and character are still pliable, such training as is likely to create in them a high standard of social behavior"(22)

اس کے علاوہ پی پی آر میں یہ بھی درج ہے کہ بچوں کو بہر حال بالغ مجرموں سے الگ رکھا جائے۔ جسمانی کھیلوں کا انتظام کیا جائے۔ کھیلوں میں ہر قسم کے جسمانی اور ذہنی کھیل شامل ہوں۔ ان کے لئے کھیل کے میدان میسر ہوں جہاں مختلف کھیلوں کے متعلقہ آلات نصب ہوں۔ نیز ان کے لئے شام میں کوئی فنی یا صنعتی مصروفیت بھی رکھی جائے تاکہ ایسی مصروفیات ان کو جلد بیرکوں میں بند کر دینے کے عمل کو روکنے کی وجہ بن سکیں اور کسی مثبت سرگرمی کے ذریعے تربیت کا باعث بھی بن سکیں۔ ایک نابالغ مجرم کو اس کی پسند یا

دلچسپی کی فنی یا صنعتی سرگرمی کو اختیار کرنے کے مواقع فراہم کیے جانے چاہیں۔ یہ سرگرمی اس کی پسند، خاندانی پس منظر اور ماحول سے مطابقت رکھنے والی ہونی چاہیئے تاکہ مستقبل میں اس کے لئے روزگار کے حصول کا ذریعہ بن سکے۔ اگر بچہ خود کوئی دلچسپی ظاہر نہ کرے تو سپرنٹنڈنٹ اس کے مطابق حال سرگرمی کا انتخاب کر سکتا ہے(۲۳)۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے مجرم بچوں کے معاملات سے متعلقہ عدالتی کاروائی کرنے اور سزا دینے کے لئے عام مجرموں سے علیحدہ کم از کم معیار متعین کیا ہے جو بیجنگ رولز کے نام سے معروف ہے۔ اس میں پانچ حصوں میں تیس بنیادی اصول طے کئے گئے ہیں۔

۱ ممبر ریاستیں جووینائل کی فلاح کا خیال رکھیں، بالخصوص عمر کے اس حصہ میں جووینائل غلط روئے سے جلد متاثر ہوتے ہیں۔ لہٰذا مثبت ماحول اور علمی سرگرمی مہیا کی جائے۔ جووینائل جسٹس کو ہر ملک کی قومی ترقی کا بنیادی حصہ ہونا چاہیئے۔

۲ رنگ، نسل، مذہب، زبان، سیاسی نظریات اور علاقہ کے کسی امتیاز کے بغیر اقوامِ متحدہ کے سٹینڈرڈ منیمم رولز فار ایڈمنسٹریشن آف جووینائل جسٹس کو تمام بچوں پر لاگو کیا جائے۔ اس دستاویز کی رو سے ہر جووینائل کے ساتھ بالغ مجرم سے مختلف طریقے سے کاروائی کرنا لازم ہے۔ تاہم مختلف علاقوں میں جووینائل کی متنوع ضروریات، بنیادی حقوق، معاشرتی ضروریات اور اصول و قوانین کے شفاف طریقے سے نفاذ کے لئے ہر علاقہ میں خصوصی اصول و قوانین بنائے جائیں۔

۳ جووینائل کے لئے بنائے گئے اصولوں کا اطلاق جرم کرنے والے بچوں کے علاوہ ان بچوں پر بھی کیا جائے جو جرم کے بعد حراست میں نہ ہوں بلکہ انتہائی رویوں کے حامل ہوں اور اس طرح کے اقدامات کرتے ہوں جو اگر بڑے کریں تو جرم نہیں گردانا جاتا۔ مثلاً کام چوری، سکول اور گھر میں نافرمانی، نشہ کرنا وغیرہ۔ تمام جووینائل اسیران کے لئے نسبتاً زیادہ نرم منصفانہ اور انسانیت پر مبنی اقدامات اختیار کئے جائیں، خواہ اس طرح کے اقدامات پر عام قانون سخت ہو۔

۴ جووینائل کے لئے جرم پر ذمہ دار قرار دینے کی کم سے کم عمر بہت کم مقرر نہ کی جائے۔ کیونکہ مختلف معاشروں میں بچوں کی جذباتی، ذہنی اور جسمانی بلوغت کی عمریں مختلف ہیں۔ لہٰذا ایسی عمر طے کی جائے جو بین الاقوامی معیار کے مطابق بھی قابلِ قبول ہو اور اس سے جوابدہی کا احساس بھی باطل نہ ہو۔

۵۔ جووینائل جسٹس سسٹم میں بچوں کو جو سزا دی جائے اسمیں جزا اور جووینائل کی فلاح دونوں کا مد نظر رکھا جائے۔

۶ بچوں کی متنوع ضروریات کے پیشِ نظر جووینائل جسٹس کے معاملات طے کرنے کے لئے امتیازی اختیارات کا ہونا ضروری ہے۔ یہ امتیازی اختیار بچوں کے تمام معاملات یعنی تفتیش، پیروی چالان، عدالت میں پیشی، فیصلہ اور سزا کے نفاذ، ہر مرحلہ میں ہونا چاہئے۔ نیز اس امتیازی اختیار کے استعمال کے لئے جوابدہی یا ذمہ داری کا ہونا بھی لازم ہے۔ مزید یہ کہ اس اختیار کے استعمال کرنے والوں کے لئے مناسب تعلیم اور تربیت یافتہ ہونا بھی ضروری ہے۔

۷ جووینائل سے معاملات کے دوران ان کے درج ذیل بنیادی حقوق مقدمات کی ہر سطح میں محفوظ رہنے چاہیں۔ ثبوتِ جرم سے پہلے بے گناہ سمجھے جانے کا حق، ذمیہ الزام سے مطلع کئے جانے کا حق، خاموش رہنے کا حق، مشورہ لینے کا حق، کاروائی کے دوران والدین یا گارڈین کی موجودگی، گواہوں کے تزکیہ اور تنقیح کا حق، حکام بالا کو اپیل کا حق۔

۸ جووینائل کے جرم کو پوشیدہ رکھنے کے حق کا ہر سطح پر احترام کیا جانا لازم ہے تاکہ جرم کی تشہیر سے جووینائل کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچ سکے۔ جیسا کہ یہ بات ہر جگہ معروف ہے کہ بڑھتی ہوئی عمر میں بچے رسوائی سے زیادہ براثر قبول کرتے ہیں۔ نیز جرم کی تشہیر ان کو مجرم بنانے میں معاون کردار ادا کرتی ہے۔ اور رہائی کے بعد معاشرہ میں فعال کردار ادا کرنے سے روکتی ہے۔ یہ اصول جووینائل کی ہر طرح کی تشہیر (بالخصوص میڈیا میں تشہیر) سے روکتا ہے۔

۹ درج بالا اصولوں میں سے کسی سے بھی اقوام متحدہ کے سٹینڈرڈ منمم رولز کی نفی نہیں ہوتی۔ للذا ان اصولوں کو اقوام متحدہ کے دیگر قوانین مثلاً یونیورسل ڈیکلیریشن آف ہیومن رائٹس، انٹر نیشنل کووینٹ آف سول اینڈ پولیٹکل رائٹس، رائٹس آف چائلڈ وغیرہ کے ساتھ مطابقت میں نافذ کیا جائے۔

۱۰ اس دستاویز کے دوسرے حصہ میں تفتیش اور کاروائی سے متعلق حقوق بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً جووینائل کے والدین یا سرپرست کو فوری طور پر اس سے متعلق معاملات سے مطلع کیا جانا لازم ہے۔ جج یا دیگر ذمہ داران بہر حال جووینائل کی رہائی پر غور کریں۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں اور جووینائل کے دفاع کرنے والوں کے درمیان رابطہ ہونا چاہئے تاکہ جووینائل کی فلاح و بہبود کو یقینی بنایا جائے۔ نیز ہر جووینائل کے انفرادی حالات کے مطابق اس کو نقصان سے بچایا جاسکے۔

۱۱ جووینائل کے مقدمات کے فیصلوں میں عام عدالتی نظام کے برعکس گنجائش رکھی جانی چاہئے۔ ان کے معاملات کا فیصلہ کرنے کے لئے پولیس، عدالتی عملہ اور دیگر اداروں کو ان کے کیسز کو ختم کرنے کے لئے خصوصی اختیارات حاصل ہونے چاہیں۔ تاہم عام عدالتی کاروائی اور اصول و قوانین سے انحراف کرتے ہوئے کسی خصوصی اختیار کے استعمال کے لئے جووینائل یا اس کے والدین یا اس کے سرپرست کی رضامندی ضروری ہے۔ اس طریق کار پر کوئی ذمہ دار، قابل اور بااختیار افسر لازماً نظرثانی کرے۔ اس انحرافی اصول کے ذریعے جووینائل کو مفاد دینے کے لئے ضروری ہے کہ بچے کی بحالی پر مبنی معاشرتی پروگرام بنائے جائیں۔ ان پروگراموں میں عارضی نگرانی اور بحالی کے پروگرام، متاثرین کے لئے معاوضہ یا بدلہ کا انتظام شامل ہیں۔ نیز یہ بھی طے کیا گیا کہ جووینائل پر کسی قسم کا دباؤ نہ ہو کہ وہ معمول کے مطابق عدالتی کاروائی کے طریقے کو اختیار کرے یا انحرافی اصول کے ذریعے کاروائی کے طریقے کو منتخب کرے۔

۱۲ جووینائل کے معاملات سے تعلق رکھنے اور جووینائل جرائم کی روک تھام کرنے والے پولیس اہلکاروں کی خصوصی تربیت کی جائے۔ بڑے شہروں میں اس مقصد کے لئے خصوصی پولیس یونٹس قائم کی جائیں۔ کیونکہ جرائم کی ایک بنیادی وجہ کثیر اور بے ہنگم آبادی ہے۔ لہٰذا تربیت یافتہ پولیس یونٹس قائم ہونی چاہیں جو بچوں میں جرائم کے رجحان کو روکیں۔

۱۳ زیر حراست رکھ کر مقدمات چلانے کو آخری حربہ کے طور پر اختیار کیا جائے اور وہ بھی نہایت قلیل مدت کے لئے۔ نیز جب بھی ممکن ہو اسکو کسی دوسرے ذریعے سے بدل دیا جائے۔ اس کی جگہ نظر بندی، نگرانی یا خاندانی ضمانت میں رکھا جا سکتا ہے۔ تاہم زیر حراست رہتے ہوئے اقوام متحدہ کے (SMRFTP) کے تمام اصول و قوانین نافذ ہوں گے۔ دوران حراست بہر حال نابالغوں کو بالغ مجرموں سے الگ رکھا جائے۔ مناسب یہ ہے کہ الگ اداروں میں رکھا جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ادارے کے الگ حصہ میں رکھا جائے۔ دورانِ حراست ان کو تمام ضروری حفاظت، توجہ، اور ہر طرح کی معاشی، ثقافتی، فنی، نفسیاتی، طبّی اور جسمانی معاونت میسر رہے جو کہ ان کی عمر اور شخصیت کے حساب سے ضروری ہو۔

۱۴ دستاویز کا تیسرا حصہ عدالتی کاروائی سے متعلق ہے۔ اگر جووینائل کا کیس انحرافی عدالت میں نہ جائے تو ذمہ دار اداروں؛ عدالتی ٹریبونل، بورڈ اور کونسلوں کے ذریعے انصاف کے ساتھ طے ہونا چاہئے۔

کاروائی جووینائل کے مفادات کے لئے مدد و معاون ہو۔ نیز ایسی فضا میں ہو جس میں جووینائل مناسب اور آزادانہ طور پر حصہ لے سکے۔ جووینائل کے معاملات میں عالمی طے شدہ معیاراتِ انصاف اور مناسب طریقِ عمل کے ساتھ کچھ مزید تحفظات کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔مثلاً معصومیت کا تحفظ، گواہوں کی پیشی اور جانچ، عام قانونی تحفظ، خاموش رہنے کا حق، سماعت میں آخری بیان کا حق اور اپیل کا حق وغیرہ۔

۱۵ کاروائی کے دوران ہر مرحلہ پر جووینائل کو قانونی ماہر سے مشورہ کا حق حاصل رہے گا۔ نیز جہاں کہیں مفت قانونی ماہر کی سہولت فراہم کی جاسکتی ہو، کی جائے۔والدین یا سرپرست کو قانونی ماہر کے ذریعے دخل اندازی کی اجازت ہوگی۔ تاہم اگر یہ دخل اندازی جووینائل کے مفاد کے خلاف ہو تو اس پر روک لگائی جاسکتی ہے۔

۱۶ چھوٹے چھوٹے واقعات کے علاوہ جووینائل کے تمام کیسز میں جووینائل کا گرفتاری سے پہلے کا برتاؤ، پس منظر، حالات اور وہ خصوصی صورتحال جس میں جرم ہوا، یہ سب چیزیں ذمہ داران کے سامنے ہونی چاہیں۔ان سب چیزوں کی ماہر ذمہ داران کے ذریعے تحقیق کی جائے۔ اس سلسلہ میں معاشرتی تحقیقی رپورٹیں عدالتوں کو حقائق سے آگاہ کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔ بعض عدالتیں اس مقصد کے لئے ماہر افراد کی خدمات بھی حاصل کرتی ہیں۔

۱۷ عدالتوں کے لئے معاملات کے تصفیہ اور سزا کے تقرر میں درج ذیل چیزوں کو رہنما اصولوں میں شامل ہونا چاہیئے۔ جرم کار دعمل جرم کی شدت اور حالات کے علاوہ جووینائل اور معاشرہ کے حالات وضروریات کے بھی مطابق ہونا چاہیئے۔ جووینائل کی سزائے قید کو بنظرِ غائر تحقیق کے بعد ناگزیر صورت میں اور کم از کم مدت کے لئے اختیار کیا جائے۔

سزائے قید صرف اس صورت میں اختیار کی جائے جب جووینائل تشدد یا دیگر شدید نوعیت کے جرائم پر اصرار کا ذمہ دار ہو۔ اس کے مناسب قید کے علاوہ اور کوئی دوسرا ذریعہ معلوم نہ ہو۔ تاہم جووینائل کی فلاح کو راہنما اصول سمجھا جائے۔ جووینائل کو (Capital punishment, Corporal punishment) نہ دی جائے۔ بااختیار ذمہ داران کسی بھی وقت کسی کاروائی کو ختم کر سکتے ہیں

۱۸ ذمہ دار اور بااختیار افراد اور اداروں کے پاس جووینائل کو حراست میں رکھنے کے بجائے دیگر طریق ہائے اصلاح اور سزا کا اختیار ہونا چاہیئے جن میں جیل کے علاوہ دیگر معاشرتی اداروں میں نظر بند رکھ

کر نگرانی کا انتظام، پروبیشن، کمیونٹی سروس آرڈر، معاشی جرمانہ اور کفارہ، دیگر رویوں کا اختیار، گروپ کونسلنگ اور اسیطرح کے دیگر اقدامات کو اختیار کیا جائے۔ اگر جووینائل کو والدین یا سرپرست کے زیر نگرانی رکھا جاسکتا ہو تو اس طریقے کو نظر انداز نہ کیا جائے۔

۱۹ زیر حراست رکھنے کو آخری حربہ کے طور پر اور کم از کم وقت کے لئے اختیار کیا جائے۔

۲۰ ہر کیس میں آغاز ہی سے کاروائی نہایت عجلت سے کی جائے۔ غیر ضروری تاخیر کے بغیر معاملہ کو جلد از جلد حل کیا جائے۔

۲۱ جووینائل کیسز کے ریکارڈ کو بہر طور خفیہ رکھا جائے۔ اس ریکارڈ تک براہ راست متعلقہ لوگوں کی پہنچ ہونی چاہئے۔ نیز جووینائل کے ریکارڈ کو بالغان کے کیسز میں بطور مثال پیش نہ کیا جائے۔

۲۲ جووینائل سے متعلقہ اہلکاران کے اندر فنی اور پیشہ ورانہ مہارت پیدا کرنے کے لئے فنی تربیت، دوران سروس تربیت، ریفریشر کورسز اور دیگر ضروری طریقے اختیار کئے جائیں۔ جووینائل جسٹس سسٹم سے متعلقہ افراد میں صلاحیتوں کے اعتبار سے تنوع ہونا چاہئے۔ خواتین اور اقلیتوں کی جووینائل جسٹس سسٹم کی ایجنسیوں میں متناسب نمائندگی کو یقینی بنانے کے لئے مناسب کوششیں کی جائیں۔ نیز اہلکاران کے انتخاب میں کسی قسم کی جانبداری یا ناانصافی نہ کی جائے۔

۲۳ اس دستاویز کا چوتھا حصہ فیصلوں کے نفاذ سے متعلق ہے۔ فیصلہ جات کے نفاذ کے لئے مناسب اقدامات کئے جائیں۔

۲۴ جووینائل کو کاروائی کی ہر سطح پر تعلیم، رہائش، ملازمت اور دیگر قانونی معاملات میں مطلوبہ معاونت فراہم کی جائے۔

۲۵ بحالی کے مقصد کے لئے علاقہ کی رضاکار تنظیموں، علاقائی اداروں اور دیگر ذرائع سے بھی مدد حاصل کی جاسکتی ہے۔ نیز جہاں تک ممکن ہو جووینائل کو اس کے خاندان کے زیر نگرانی رکھنے کی کوشش کی جائے۔

۲۶ دستاویز کا پانچواں حصہ ادارہ جاتی انتظامات سے متعلق ہے۔ جووینائل کو ان اداروں میں رکھ کر تربیت دینے کا مقصد یہ ہے کہ ان کو یہاں پر مناسب توجہ دی جائے۔ ان کی ہر طرح سے حفاظت کے ساتھ ساتھ ان کو فنی تعلیم اس نقطہ نظر سے دی جائے کہ ان کو معاشرتی طور پر مفید اور تعمیری کردار ادا کرنے کے قابل بنایا جاسکے۔ لہٰذا ان کو ضروری طبّی، جسمانی، نفسیاتی، فنی، تعلیمی اور معاشرتی معاونت ملنی چاہئے جو کہ ان کی عمر، جنس اور شخصیت کے پیش نظر ان کی نشو نما کے لئے ضروری ہے۔

ان کو الگ اداروں میں رکھا جائے۔ بالخصوص نوجوان لڑکیوں کو ان کی ضروریات اور مسائل کے لحاظ سے خاص اداروں میں رکھا جائے اور ان کو نوجوان لڑکوں سے کسی طرح کم سہولیات نہ دی جائیں۔ منصفانہ طریق کار اختیار کیا جائے۔ جوو ینائل کے والدین اور سرپرستوں کو ان تک رسائی حاصل ہونی چاہئے۔ جوو ینائل کے مفاد کے پیش نظر اداراتی اور وزارتی تعاون کو بروئے کار لایا جائے۔ تاکہ ان کی تحصیل علم و فن کی عمر ضائع نہ ہو۔

۲۷ اقوام متحدہ کے عام قیدیوں کے لئے طے کردہ کم از کم معیار کو جہاں تک ممکن ہو اختیار کیا جائے۔

۲۸ مشروط آزادی کے اصول کو جہاں تک ممکن ہو اور جتنا ابتدائی مراحل میں ممکن ہو اختیار کیا جائے۔

۲۹ جزوی طور پر اداروں میں مختلف سرگرمیوں کے لئے کوششیں کی جائیں یعنی قید کا گھر جیسا انتظام، تعلیم اداروں میں قیام، دن کے اوقات میں فنی تربیت و دیگر کوششیں کی جائیں تاکہ یہ بچے رہائی کے بعد بہتر طور پر معاشرہ میں شامل ہو سکیں۔

۳۰ موثر منصوبہ بندی کرنے اور عملی لائحہ عمل بنانے کے لیے تحقیق کی جائے۔ بچوں میں مجرمانہ رجحانات کی وجوہات، بچوں کے مسائل اور زیر حراست بچوں کی ضروریات کے بارے میں تحقیق جاری رہنی چاہئے۔ بچوں سے متعلق عدالتی نظام کا مناسب جائزہ بھی لیا جاتا رہے نیز اس پروگرام کو قومی ترقیاتی پروگرام کے لازمی حصہ کے طور پر نافذ کیا جائے)۲۴(۔

اقوام متحدہ کی اس دستاویز میں مجرم بچوں کے لئے ہر حوالہ سے قانون سازی کی گئی ہے۔اس کے درست طور پر نفاذ سے مجرم بچوں کے بہت سے مسائل ختم ہو سکتے ہیں۔

۳۔ مجرم بچوں کی تعلیم کی خصوصی ضرورت

معاشرہ کے دیگر بچوں کی نسبت مجرم بچوں کی تعلیم زیادہ ضروری ہے، کیونکہ عام معاشرتی بچوں میں مثبت تعمیری سوچ موجود ہوتی ہے جبکہ ان بچوں میں منفی سوچ، جذبات اور تخریبی ذہن کام کر رہا ہوتا ہے۔ ان بچوں کی سوچ ایک حد تک مایوس ہو چکی ہوتی ہے۔ یہ خیال کہ اب معاشرہ میں ان کے لئے قبولیت باقی نہیں ہے، مزید جرائم کی طرف لے جاتا ہے۔ نیز حصول تعلیم کا عرصہ جیل میں گزارنے کے باعث عام بچوں کی طرح اداروں میں داخلہ کے ذریعے حصول تعلیم کے مواقع بھی ان کے لئے باقی نہیں رہتے۔ بہر حال یہ امر مسلمہ ہے کہ مجرم بچوں کو بھی درسی، فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم دینا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ عام بچوں کو۔ اسلام میں تعلیم کی اہمیت کوئی پوشیدہ امر نہیں ہے۔ پہلی وحی کا آغاز ہی تعلیم سے ہوتا ہے۔ تعلیم اور قلم اور نا معلوم چیزوں کے

علم کی طرف تحریک پہلی وحی سے ہی ہو رہی ہے)۲۵(۔ گزشتہ تمام انبیا کے اسوہ سے بھی علم اور تعلیم کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ تمام انبیا عصری علوم پر گرفت رکھتے تھے ۔ نیز ایجادات اسوہءانبیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کی اہمیت پر بہت زور دیا ہے۔ علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے)۲۶(۔علم و حکمت کو رسول اللہ ﷺ نے مؤمن کی میراث قرار دیا اور اس حد تک تاکید کی کہ جہاں سے بھی ملے اس کے حصول کا سب سے زیادہ حقدار مومن ہے(۲۷)۔

علوم و فنون کی تحصیل کے انتظامات کا ہونا اس لئے بھی نہایت ضروری ہے کہ یہ بچے خواہ کسی بھی وجہ سے منفی ذہنیت کا شکار ہو کر جرم کا ارتکاب کر بیٹھے ہیں، اور اب تحصیلِ علم و فن کی عمر یہ جیل میں گزار کر جائیں گے۔ اگر اس دوران ان کو کوئی مفید مصروفیت نہ سکھائی گئی تو قید سے رہائی کے بعد آزادانہ معاشرہ میں ان کے لئے کوئی مصروفیت بھی نہیں ہو گی۔ اور معاشرہ میں ان کے لئے کوئی قبولیت بھی نہیں ہو گی۔ نیز اپنے روزگار کا حصول بھی ایک مسئلہ بن جائے گا۔لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ان کو علوم و فنون سکھائے جائیں تاکہ باہر جا کر کسی مثبت سر گرمی میں مصروف ہو سکیں اور فراغت، غربت اور برے معاشرتی حالات کے باعث عادی مجرم نہ بن بیٹھیں۔

پاکستان پریزن رولز کے مطابق ہر وہ بچہ جو ایک سال یا زیادہ کے لئے زیر حراست لایا جائے، اس کے لئے لازم ہے کہ وہ کم از کم دو گھنٹے روزانہ پڑھنے لکھنے اور حساب کی مشق کرنے میں صرف کرے۔ بچوں کے حراستی اداروں میں میٹرک کے معیار تک کی تعلیم کا اجراء لازم ہے۔ اس حوالہ سے ہر ادارے میں ایک انسٹرکٹر کا تقرر کیا جاتا ہے۔ نیز ہر جیل کی طرح یہاں بھی ایک ریلیجئس آفیسر مقرر ہوتا ہے۔ جو بچوں کو نماز روزہ اور دیگر بنیادی مذہبی تعلیم دیتا ہے۔ محصورین میں تعلیم کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے ان کو سزا میں کمی، دیگر سہولیات کا اجراء، اور اسی طرح کے دیگر مثبت محرکات کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی طے کیا گیا ہے کہ اسیران کو بیرکوں کے اندر رات کو دس بجے تک مطالعہ کے لئے روشنی مہیا کی جائے۔ پنکھے و دیگر سہولیات بھی بہم پہنچائی جائیں۔ نیز رہائی کے بعد بھی ایسے اسیران کو بحالی میں مدد دینے کے لئے جیل کا سپرنٹنڈنٹ علاقہ کی متعلقہ کمیٹیوں کو رہائی سے ایک ماہ پہلے اطلاع دے گا تاکہ رہائی کے بعد ان کو مشکلات پیش نہ آئیں)۲۸ (۔

اقوام متحدہ کے مجرم بچوں کے لئے بنائے گئے کم از کم معیار میں بار بار بچوں کی تعلیم، تربیت اور ان کے مختلف فنون کی تحصیل پر زور دیا گیا ہے تاکہ بچے جیل میں اپنے قیام کے دوران اپنی تحصیل علم و فن کی عمر کھو نہ دیں اور باہر جا کر معاشرہ پر بوجھ نہ بن جائیں۔

ایمنسٹی انٹر نیشنل نے ۲۰۰۳میں بچوں کے حوالہ سے اپنی رپورٹ میں یہ نتیجہ نکالا کہ (JJSO)کے باوجود بھی جیلوں میں بچوں کے حقوق میسر نہیں ہیں۔ بچوں کے حقوق میں بہتری کے حوالہ سے کوئی تبدیلی نہیں آئی)۲۹(۔اس بات کا اعتراف اپریل ۲۰۰٤ میں نیلوفر بختیار (وزیر اعظم کی مشیر برائے فلاح نسواں) نے بھی کیا۔ انہوں نے کہا کہ (JJSO)کے حوالہ سے جو اقدامات اس سال اٹھائے جائیں گے، بد قسمتی سے وہ پہلے نہیں کیے جاسکے۔ اسی طرح پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے بھی یہ ہی عندیہ دیا کہ (JJSO) پاکستان میں نافذ نہیں کیا گیا۔ بچوں کے حقوق کے حوالہ سے اقوام متحدہ کی متعلقہ کمیٹی نے اکتوبر ۲۰۰۳میں اظہار کیا کہ پاکستان میں بچے بڑی تعداد میں جیلوں میں نہایت برے حالات میں مقید ہیں۔ کئی مقامات پر وہ بڑوں کے ساتھ بند ہیں۔ جہاں پر وہ بالغوں کے ساتھ قید ہونے کی وجہ سے مردانہ جیل کے سخت قوانین کے تحت رہ رہے ہیں نیز بالغ مجرموں کی صحبت سے ہر طرح کے نقصانات سے متاثر ہو رہے ہیں۔ نیز اس کمیٹی نے اس بات پر بھی پریشانی کا اظہار کیا کہ بچوں کو سزائے موت بھی دی جارہی ہے (۳۰)۔

(SPARC)(Society for the protection of rights of children) کی ایک ٹیم نے جیلوں کے سروے کے بعد بتایا کہ اسی فیصد بچے قابلِ ضمانت معاملات میں بند کئے جاتے ہیں، مگر وہ معاشی مسائل، ضمانت کی عدم ادائیگی یا معاملات کو حل کر سکنے والے ایسے بڑے افراد کے میسر نہ ہونے اور مناسب عدالتی رہنمائی نہ ہونے کی وجہ سے جیلوں میں مقید رہتے ہیں۔اس تنظیم نے بتایا کہ اگر چہ جیلوں میں مقید بچوں کی درست تعداد بتانا تو ممکن نہیں ہے، کیونکہ جیلوں میں افراد کی آمدورفت ہر روز جاری رہتی ہے۔ تاہم دسمبر ۲۰۱۱ میں سپارک نے پاکستان کی جیلوں میں مقید بچوں کی کل تعداد ۱٤۲۱ بتائی۔ جن میں سے صرف ۱٦۵ بچے سزا یافتہ تھے۔اور ۱۲۵٦ بچے ایسے تھے جو حفظ ماتقدم کے طور پر قید تھے)۳۱(۔دسمبر ۲۰۱٤ کی ایک رپورٹ کے مطابق جیلوں میں ۱٤۵٦ بچے بند تھے جن میں سے سزا یافتہ بچوں کی تعداد ۷۳۳ تھی جبکہ 723 بچے ایسے تھے جن کا معاملہ زیر التوا تھا)۳۲(۔انسانی حقوق اور بچوں کے حقوق کی تنظیموں نے جیلوں میں بچوں پر ہر قسم کے تشدد کا بھی اظہار کیا۔ ایک میڈیکل ٹیم نے مارچ ۲۰۰۳ میں کراچی میں نابالغوں کی جیلوں میں دو سو بچوں کا انٹرویو کیا۔ اس ٹیم نے بتایا کہ ساٹھ فیصد بچوں کو جسمانی شدید مار پیٹ، بجلی کے جھٹکے لگانے، الٹا لٹکانے کے ذریعے سے تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ جبکہ ڈیتھ سیل میں بچوں کے حالات دیگر مجرم بچوں سے کہیں زیادہ برے ہیں۔(HRCP)نے بتایا کہ ۲۰۰۳میں بہت سے بچے جیلوں میں بیڑیوں میں بند پائے گئے۔ جس میں بہاولپور کی بچوں کی جیل بھی شامل تھی (۳۳)۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ پاکستان میں بچوں

کے حقوق سے متعلق قوانین کو قانونی ماہرین کی طرف سے مناسب انداز میں تعبیر بھی نہیں کیا گیا۔مزید یہ کہ اس معاملہ میں عام آگاہی بھی مفقود ہے(۳۴)۔ (SPARC) نے بتایا کہ پاکستان کا بچوں کے حقوق کے تحفظ کا آرڈیننس ؛ بچوں کے کئی حقوق سے متضاد ہے۔

سپارک کے مطابق بچے کو ہتھکڑی نہیں لگائی جا سکتی، اس کو جسمانی سزا یا سزائے موت نہیں دی جا سکتی، مشقت نہیں دی جا سکتی۔بچے کو حکومتی خرچ پر قانونی معاونت فراہم کی جائے۔ اس کے معاملات خصوصی بچگانہ عدالت میں طے کیے جائیں نیز چار ماہ کے اندر اس کے مقدمے کا فیصلہ کر دیا جائے۔بچہ کے معاملات بالغوں سے علیحدہ دیکھے جائیں۔ حکومتی خرچ پر ہر طرح کی طبّی امداد مہیا کی جائے۔ عمر کے تعین میں اختلاف کی صورت میں میڈیکل بورڈ کا فیصلہ حتمی ہو گا۔ حتی الامکان ضمانت پر رہا کیا جائے۔ نیز اگر آزمائشی عرصہ میں بچہ کے والدین کے پاس رکھنا محفوظ نہ ہو تو کسی فلاحی ادارے یا فرد کے زیر نگرانی رکھا جائے۔ حتی الامکان پروبیشن آفیسر، یا فلاحی ادارہ اور آخری امکان کے طور پر بورسٹل ادارے میں بھیجا جائے(۳۵)۔

(SPARC) نے ان تضادات کو حل کرنے کے لئے تجاویز بھی دی ہیں۔ان کے خیال میں ایک مستقل جووینائل جسٹس پالیسی ہونی چاہیے اور اس کے لئے مناسب مقدار میں وسائل بھی فراہم ہونے چاہیں۔ اس کے علاوہ ججز، پولیس اہلکاران اور دیگر متعلقہ عملے کو پروبیشن اور پیرول سسٹم کی جزئیات سے بہترین طور پر واقفیت بہم پہنچانی چاہیے۔ یہ سب اصول ان کے تربیتی نصاب میں شامل ہوتے ہیں۔ تاہم ان کی حکمتوں اور طریق ہائے کار سے ان کو مناسب آگاہی نہیں ہوتی۔ جووینائل عدالتیں مناسب وسائل کی فراہمی کے ساتھ قائم کی جانی چاہیں۔ مجرم بچوں کی ضمانت اور جرمانہ کے حوالہ سے بھی وسائل وکلاء کے ذریعے سے میسر ہونے چاہیں۔ پروبیشن اور پیرول سسٹم کی اصلاح کے لئے بھی مستقل بنیادوں پر کام ہونا چاہیے۔ ڈویژن کی سطح پر ہر علاقہ میں ایک مرد پروبیشن آفیسر اور ایک خاتون پروبیشن آفیسر تعینات کیا جانا چاہیے۔ حراست میں رکھنا حتی الاقدام آخری اختیار ہونا چاہیے۔ نیز حراستی سزا کم از کم دورانیہ کے لئے، نیز بالغوں سے الگ مقام پر ہو۔اس کے علاوہ بورسٹل ادارے تمام بڑے علاقوں میں قائم کئے جائیں۔ان اداروں کا علیحدہ تربیت یافتہ سٹاف متعین کیا جائے۔ نیز یہ سٹاف حوالات یا جیل سے منتقل نہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ سپارک نے کچھ قانونی اصلاحات بھی تجویز کی ہیں۔ اٹھارہ سال سے کم عمر کے مجرموں کا مقدمہ ہر گز بالغوں کی عدالت میں نہ چلایا جائے۔ (JJSO) کا گلگت بلتستان تک نفاذ کیا جائے۔ بلوچستان اور خیبر پختونخواہ میں بورسٹل لاء نافذ کیا جائے۔ جرم کی ذمہ داری کے حوالہ سے عمر کو بین الاقوامی قوانین کے مطابق طے کیا جائے۔ اٹھارہ سال سے کم عمر کے افراد کے لئے عمر قید

اور تمام تشدد اور توہین آمیز سزاؤں کا خاتمہ کیا جائے۔ تمام متعلقہ قوانین بشمول اینٹی ٹیررزم ایکٹ، حدود آرڈیننس اور منشیات کے کنٹرول کے قوانین میں اصلاحات کی جائیں۔ اس کے علاوہ Frontier Crime Regulations (FCR) کو ختم کیا جائے (۳۶)۔

اقوام متحدہ کی بچوں کے حقوق کی کمیٹی کو بچوں کے حقوق کی صورتحال پر ایک رپورٹ تیار کرنے کی ذمہ داری دی گئی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ بچوں میں جرائم کی وجوہات کو تلاش کرکے ختم کیا جائے اور ان کے لئے ایک متوازن پالیسی مرتب کی جائے۔ مجرم بچوں کے لئے غیر حراستی طریقہ ہائے اصلاح اور سزا تجویز کئے جائیں ۔ نیز مجرم بچوں کے حوالہ سے کم از کم معیارکٹ ے آرٹیکل نمبر ۳۷ اور ٤٠ میں شامل دفعات کو نافذ کیا جا سکے۔ ۲۰۰۷ میں یہ رپورٹ پیش کی گئی۔ اس کے مطابق بہت سے ممالک میں تا حال کاروائی سے متعلقہ بنیادی حقوق بھی حاصل نہیں ہے۔ اس رپورٹ میں بچوں کے ساتھ انصاف کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے۔ مزید یہ کہ کسی بھی طرح کے بچوں کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں کیا جائے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کئی بچے تعلیم یا روزگار میں امتیازی سلوک کا شکار ہونے کی وجہ سے ہی جرم کی طرف آتے ہیں۔ جیسا کہ یہ بات جرائم کے حوالہ سے معروف ہے کہ مجرمانہ رویہ پریشان دماغی، آوارہ گردی اور کام چوری کی وجہ سے پروان چڑھتے ہیں اور ان میں سے زیادہ تر رویئے نفسیاتی اور معاشی مسائل کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ بات معروف ہے کہ گلیوں میں آوارہ پھرنے والے بچے جرائم کا شکار ہو جاتے ہیں، جبکہ یہ روئے اگر بالغ افراد کے ہوں تو وہ جرم نہیں سمجھے جاتے۔ کمیٹی نے اس سلسلہ میں ریاض رولز کے آرٹیکل ٥٦ کا حوالہ دیا جس میں کہا گیا ہے کہ ایسے کسی رویے کو نابالغوں کے لئے بھی جرم نہ سمجھا جائے جس کو بالغ افراد کے حوالہ سے جرم نہیں سمجھا جاتا۔ اس کے علاوہ ایسے بچوں کو قابلِ دست اندازیِ پولیس سمجھنے کے بجائے اصلاحی طریقوں سے والدین، رشتہ داروں یا دیگر اداروں کے زیر نگرانی تربیت دینی چاہیے۔

رپورٹ میں بچے کے بہترین مفاد کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔ بچے اپنی جسمانی، نفسیاتی نشو نما اور جذباتی اور تعلیمی ضروریات کے باعث بڑوں سے مختلف ہوتے ہیں نیز اسی وجہ سے قانونی معاملات میں نسبتاً کم قابلِ مواخذہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا بچوں کے لئے علیحدہ قانونِ جرم و سزا کی ضرورت ہے۔ قانونِ سزا میں بچے کے مفاد سے مراد یہ ہے کہ سزا کے تمام طریقوں سے بہر حال بچوں کی اصلاح کا مقصد حاصل ہو۔ بچوں میں مجرمانہ رجحان کو روکنے کے لئے بچے کے پیدائشی حقِ زندگی، ترقی کرنے کے حق، اور معاشرہ میں بحالی کے حق سے متعلقہ افراد کو آگاہی دی جائے اور ایسی پالیسیاں بنائی جائیں کہ بچوں میں جرائم کو روکا جاسکے۔ کیونکہ جرم کا بچے کی

نشوونما پر نہایت برا اثر پڑتا ہے۔ آرٹیکل ۳۷ کی رو سے بچے کے لئے سزائے موت اور پیرول کے بغیر عمر قید منع ہیں۔ قید بچے کی نشوونما اور نفسیاتی بالیدگی کے لئے شدید نقصان دہ ہے۔ رپورٹ میں تجویز کیا گیا ہے کہ حتی الامکان اس کے حراست کے متبادل ذرائع اختیار کئے جائیں۔ کاروائی کے ہر مرحلہ پر بچے کا یہ حق باقی رہتا ہے کہ اس کے مؤقف کو سنا جائے اور اس کا احترام کیا جائے۔ ہر انسان کا یہ پیدائشی حق ہے کہ اس کی بے عزتی نہ کی جائے۔ اور یہ بات (UDHR) کے پہلے آرٹیکل میں بھی بیان کی گئی ہے۔ لہٰذا بچے کے ساتھ قانونی معاملات کے دوران ایسا رویہ رکھا جائے کہ وہ انسانی حقوق اور دوسروں کے حقوق کا احترام سیکھے۔ نیز اس کے ساتھ برتاؤ کے تعین کے لئے اس کی عمر، نشوونما اور اس کے معاشرہ میں کردار کو مدنظر رکھا جائے۔ قانونی معاملات سے متعلقہ تمام افراد کے لئے بچے کی نشوونما اور فلاح و بہبود کے تقاضوں سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ اس اصول کا تقاضا یہ بھی ہے کہ تمام قانونی، عدالتی اور حراستی معاملات سے تشدد کا خاتمہ کیا جائے۔ اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق تقریباً تمام ممالک میں بچوں کے ساتھ قانونی معاملات میں تشدد جاری ہے۔ اقوام متحدہ کی ہدایات کی رو سے ایک اچھے عدالتی نظام کی خصوصیات میں ہے کہ وہ بچوں کو مجرم بننے سے روکے اور بچوں کے مجرم قرار دینے کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ عمر کا تعین کرے۔ اس رپورٹ کا مقصد یہ ہے کہ قانون کی زد میں آنے والے بچوں کی شخصیت کی تعمیر اور ان کی ذہنی اور جسمانی نشوونما کے انتظامات کرائے تاکہ بچہ رہائی کے بعد معاشرہ کا ذمہ دار شہری بن سکے، کیونکہ اگر بچہ مجرمانہ سرگرمیاں سیکھنے کے امکان کے ساتھ پروان چڑھے گا تو وہ رہائی کے بعد معاشرہ کے لئے ایک خطرہ ہوگا۔ لہٰذا سی آر سی کی رپورٹ تجویز کرتی ہے کہ ریاض رولز میں جو کمی رہ گئی ہے اس کو دور کیا جائے نیز بچوں کو مجرم بننے سے روکنے کے لئے ان کے والدین کی تربیت کے حوالہ سے اور اگر ضرورت ہو تو مالی معاونت بھی کی جائے۔

تجویز کیا گیا کہ فیصلہ جات بغیر تاخیر کے کئے جائیں، اس سے پہلے یہ ہدایت (ICCPR) میں بھی آئی کہ غیر ضروری تاخیر سے احتراز کیا جائے۔ مگر سی آر سی میں اس سے زیادہ وضاحت ہے کہ کسی طرح کی تاخیر نہ کی جائے۔ مزید یہ کہ تفتیش کے آغاز سے فیصلہ تک کی مدت متعین کی جائے اور اس مدت کے اندر بہر حال مقدمہ ختم کر دیا جائے۔ نیز یہ مدت بڑوں کے لئے طے کی گئی مدت سے کم رکھی جائے۔ بچوں کی نفسیاتی اور جذباتی معاونت کے لئے والدین کو کاروائی کے دوران موجود رہنے کی اجازت ہو۔ کمیٹی نے اظہار کیا کہ کئی ممالک میں مقدمات مہینوں اور سالوں چلتے ہیں اور بچے فیصلہ سے قبل کئی سال قید رہتے ہیں جو کہ معصومیت کے امکان کی خلاف ورزی ہے۔ لہٰذا ایسے مقدمات میں حراست کے متبادل انتظامات کو اختیار کیا جائے۔ اس بارے

میں مزید قانون سازی بھی کی جائے کہ قبل از فیصلہ گرفتاری محدود صورتوں میں کی جائے گی۔ایسی صورتیں جن میں وہ بچہ اپنے یا معاشرہ کے لئے خطرہ ثابت ہوتا ہو یا کوئی دوسری انتہائی نوعیت کی وجہ سے گرفتاری کی طریقہ اختیار کیا جائے۔ تاہم یہ حراست قانونی ہو ، محدود وقت کے لئے ہو، ماہر جج کی اجازت سے ہو بچے کو قانونی معاونت بھی میسر ہو اور اس کا مسلسل جائزہ لیا جاتا رہے تاکہ جلد از جلد بچے کی قبل از فیصلہ گرفتاری کو ختم کیا جاسکے۔

بچے کو زبردستی، تشدد اور ظلم کے ذریعہ اقبال جرم پر مجبور نہ کیا جائے۔(CPT) کی رو سے بھی ایسا کوئی اقبالی بیان قابلِ قبول نہیں۔ اس کی بجائے مثبت ترغیب سے بچے کو درست بات کی طرف لایا جائے۔ گواہوں کا غیر جانبدارانہ تجزیہ کیا جائے۔اس بارے میں بچے کو بھی مطلع کیا جائے ۔گواہوں کے بارے میں اسے رائے کا حق دیا جائے۔ نیز اس کی عمر اور پختگی کے اعتبار سے اس کی رائے کو وزن دیا جائے۔ ہر بچے کو حراست کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا نیز بالاتر ادارے میں اس کو چیلنج کرنے کا حق حاصل ہو۔ گرفتاری کے چوبیس گھنٹے کے اندر بچے کو عدالت میں پیش کرنا لازم ہے۔ ہر پندرہ دن بعد بچے کو عدالت میں پیش کیا جائے۔ اگر قبل از فیصلہ گرفتاری سے رہائی ممکن نہ ہو تو بچے کو عائد کردہ الزامات کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تیس دن کے اندر عدالت میں پیش کر دیا جائے۔ نیز جج فیصلہ کرنے میں چھ ماہ سے زیادہ وقت نہ لگائے۔اگر حراست انتظامی معاملہ ہو تو بھی اپیل کا حق ہو گا۔اپیل کا فیصلہ بھی پندرہ دن کے اندر کر دیا جائے۔بعض ممالک نے اپیل کو کچھ خاص قسم کے معاملات تک محدود کیا ہے،اس تحدید کو ختم کیا جائے۔اگر بچہ قانون کی زبان سمجھنے سے قاصر ہو تو اس کو ترجمان فراہم کیا جائے۔ نیز ترجمان عدالتی کاروائی کے علاوہ دیگر مراحل میں بھی میسر رہے۔ ترجمان بچوں کے ساتھ کام کرنے کا تجربہ رکھتا ہو۔ نیز غیر زبان کے علاوہ کسی بھی معذوری کی صورت میں بچے کو متعلقہ ماہر فراہم کیا جائے۔

بچے کے ذاتی معاملات کو خفیہ رکھنے کے حق کا احترام کیا جائے۔ غیر ضروری اشاعتِ جرم سے اس کو آئندہ تعلیم یا حصول روزگار میں نقصان ہو گا۔ مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث بچے اکثر منفی تشہیر کا شکار ہو جاتے ہیں، جن سے ان کی نفسیات اور مستقبل پر نہایت برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اخباری نمائندوں وغیرہ کو بچوں سے متعلق کوئی معلومات نہ دی جائیں۔ ان کے مقدمات کی سماعت بند کمروں میں ہونی چاہیے۔ متعلقہ ماہرین کو بھی عدالت کی خصوصی اجازت کے بعد اندر لے جایا جاسکتا ہے۔ مقدمات کا فیصلہ بھی بچوں کی پہچان کو خفیہ رکھتے ہوئے عام کیا جائے۔ بیجنگ رولز کی رو سے بچوں کے مقدمات کو نظیر کے طور پر بھی بڑوں کے

مقدمات میں پیش نہ کیا جائے۔ سولہ سال کی عمر کو پہنچنے پر بچے کا نام مجرمانہ ریکارڈ میں سے نکال دیا جائے۔ پہلے جرم کے بعد دو سال تک کوئی جرم نہ کرنے پر یا رہائی کے دو سال بعد اس کا نام ریکارڈ سے نکال دیا جائے۔ جہاں تک ممکن ہو عدالتی کاروائی کے بغیر ہی بچے کے معاملات کو حل کر لیا جائے۔ پبلک پراسیکیوٹر کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عدالتی حل کے علاوہ دیگر طریقے تجویز کرے۔ تاہم یہ ضروری ہے کہ بچے کے انسانی اور قانونی حقوق محفوظ رہیں۔ جہاں تک ممکن ہو عدالتیں جیل کے علاوہ دیگر تربیتی اداروں میں بچوں کی اصلاح کے لئے فیصلہ دیں۔

تشدد اور توہین آمیز سلوک کو بہر حال بند کیا جائے۔ کسی ایسے فرد کو سزائے موت بالکل نہ دی جائے جو ارتکابِ جرم کے وقت اٹھارہ سال سے کم تھا خواہ فیصلہ کے وقت وہ اٹھارہ سال سے زائد ہو۔ اٹھارہ سال سے کم عمر کے کسی فرد کو پیرول یا عارضی رہائی کے امکان کے بغیر عمر قید نہ دی جائے۔ عارضی رہائی مناسب وقفوں سے جاری رہے۔ نابالغ ملزم یا مجرم کو بہر حال بالغوں سے الگ رکھا جائے ورنہ ان کی جرائم کی تربیت ہو گی۔ تاہم کسی بچے کو اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد بھی بچوں کی جیل میں رہنے کی اجازت دی جا سکتی ہے، اگر وہ اس کے بہترین مفاد میں ہو اور بچوں کے مفادات کے خلاف نہ ہو۔ اہلخانہ سے روابط بحال رکھنے کے مقصد کے پیش نظر بچے کو رہائش سے قریب تر ادارے میں رکھا جائے۔ تاہم استثنائی صورتیں بھی قانون میں واضح درج ہونی چاہیں۔

تجویز کیا گیا کہ اقوام متحدہ کے تمام متعلقہ قوانین کو بچوں کی جیلوں میں نافذ کیا جائے اور ان قوانین کے ملکی اور علاقائی زبانوں میں تراجم تمام متعلقہ فریقوں اور اداروں کو فراہم کیے جائیں۔ حراستی اداروں میں بحالی اور اصلاح کے پیش نظر بچوں کی تمام ضروریات مثلاً پرائیویسی کا خیال، ہم عمروں سے ملنا جلنا، نفسیاتی تربیت، کھیلوں اور جسمانی و فنی تربیت کے پروگراموں میں شرکت وغیرہ کا خیال رکھا جائے۔ ہر بچے کا حراستی ادارہ میں داخلہ کے وقت مکمل طبّی معائنہ لازم ہے تاہم ادارے میں قیام کے دوران بھی ہر طرح کی طبّی معاونت فراہم کی جائے۔ بچے کے اہلخانہ اور دیگر افراد و تنظیموں سے ملاقات اور پیرول پر جانے کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ بچے کے خلاف طاقت کا استعمال صرف اس وقت کیا جا سکتا ہے جب وہ اپنے یا دوسروں کے لئے صریحاً خطرہ ہو نیز اس کو روکنے کے دیگر تمام ذرائع ناکام ہو چکے ہوں۔ خوراک و طبّی سہولیات پر پابندی کو وجہ بے وجہ سزا کے طور پر نہیں، بلکہ ڈاکٹر اور ماہر نفسیات کی اجازت سے ناگزیر حالت میں عائد کیا جائے۔ اس اصول کی خلاف ورزی کرنے والے اہلکاران کو سزا دی جائے۔ نظم وضبط قائم کرنے کی خاطر بچے کی عزتِ نفس کو کسی صورت مجروح

نہ کیا جائے۔ (CRC: 37) کی خلاف ورزی سختی سے منع ہے جس میں سخت جسمانی سزا، چکی میں بند کرنا، اندھیرے میں رکھنا، قید تنہائی یا ایسی کوئی بھی سزا منع ہے جس سے بچے کی صحت متاثر ہونے کا خطرہ ہو۔ تمام ممالک کے لئے ضروری ہے کہ وہ بچوں کے قانونی معاملات میں قانون سازی کی حوصلہ افزائی کریں۔ بنیادی قوانین اس دستاویز میں درج کر دئے گئے ہیں جبکہ تفصیلی قوانین تمام ممالک اپنے حالات کے مطابق اختیار کر سکتے ہیں۔ ایک جامع عدالتی نظام تقاضا کرتا ہے کہ پولیس، عدلیہ، وکلاء اور تمام اداروں کی خصوصی تربیت کی جائے تاکہ قانون شکن بچوں کی نفسیات اور جرم کی وجوہات کو سمجھا جاسکے۔ اس سلسلہ میں ممبرانِ پارلیمنٹ، نجی تنظیموں اور میڈیا سے مدد حاصل کی جاسکتی ہے۔ متعلقہ اداروں کے تربیتی پروگرام صرف اطلاعاتی ہی نہ ہوں بلکہ مؤثر ہوں۔ بچوں کے لئے خصوصی عدالتیں قائم کی جائیں، خصوصی اصلاحی اقدامات کئے جائیں، نگرانی کا باقاعدہ نظام مرتب کیا جائے۔ جز وقتی یا رہائشی ادارے قائم کئے جائیں۔ ان سب اداروں کے اقدامات کے اثرات کا تجزیہ بھی کیا جائے، تاکہ بچوں کے معاملات میں زیادتی اور استحصال کو ختم کیا جاسکے (۳۷)۔

درج بالا رپورٹ بچوں کے حقوق کے حوالے سے ایک جامع تجاویز پر مبنی رپورٹ ہے۔ مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس پر مناسب حد تک عمل درآمد نہیں ہوا۔ اقوام متحدہ کی بچوں کے حقوق کی کمیٹی نے اس رپورٹ کے دو سال بعد اس کنونشن کے صرف آرٹیکل بارہ پر دوبارہ ایک رپورٹ مرتب کی۔ اس رپورٹ میں انہوں نے صرف بچوں کے مؤقف کو ہر سطح پر سنے جانے کو موضوعِ بحث بنایا۔ اس کمیٹی کے مطابق آرٹیکل بارہ انسانی حقوق کی تاریخ میں ایک بے مثال دستاویز ہے۔ اس میں بچوں کی قانونی اور معاشرتی حیثیت کے تحت ان کے موقف کو اہمیت دی گئی ہے۔ یہ کہ بچے کی عمر اور پختگی کو مد نظر رکھتے ہوئے نیز ہر اس معاملہ میں جو اس کو متاثر کر سکتا ہو، ہر طرح کے انتظامی اور عدالتی معاملات میں بچے کے مؤقف کو اہمیت دی جائے۔

بچوں کے حقوق کے متعلق دستاویز ۱۹۸۹ میں پیش کی گئی۔ یہ بات مد نظر رہے کہ اس کے بارے میں علاقائی، ملکی اور بین الاقوامی سطح پر قانون سازی میں ارتقاء ہوا ہے۔ حالیہ سالوں میں اس بارے میں زیادہ تحریک ہوئی، بلکہ ایک اور اصطلاح " کاروائی میں حصہ لینے کی" استعمال ہوئی ہے جو کہ خود آرٹیکل بارہ میں بھی ذکر نہیں ہوئی۔ تاہم اب اس اصطلاح پر غور و غوص جاری ہے۔ اس حوالہ سے ۲۰۰۲ میں بھی اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے ستائیسویں اجلاس میں بات ہوئی۔ تاہم کمیٹی نے یہ اظہار کیا کہ اکثر ممالک میں اس اصول کے اطلاق کی راہ میں بہت سی قانونی، سیاسی اور معاشی رکاوٹیں ہیں۔ نیز کمیٹی نے اس بات کا بھی اظہار کیا کہ جن مقامات پر اس اصول کا اطلاق کیا گیا ہے وہاں بھی اس کا معیار غیر تسلی بخش ہے۔ آرٹیکل 12 کو بہتر انداز میں

سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

۲۰۰۶ میں کمیٹی نے ایک عام گفتگو پر مبنی اجلاس اس غرض سے مختص کیا کہ آرٹیکل بارہ کی روح کو سمجھا جائے، دیگر آرٹیکلز کے ساتھ اس کا تعلق واضح ہو اور اس کی عملی صورتوں کا جائزہ لیا جاسکے۔ غیر حکومتی تنظیموں، بچوں اور ان کے اہلخانہ کے کردار کا بھی جائزہ لیا جائے۔ ۲۰۰۹ کے اجلاس میں آرٹیکل کی موجودہ عملی صورتحال اور اس کا دیگر آرٹیکلز کے ساتھ تعلق کا جائزہ لینا مقصود تھا۔ نیز یہ کہ اس اصول کے عملی نفاذ کے لئے مطلوبہ ضروری اقدامات تجویز کئے جائیں۔ کمیٹی نے تجویز کیا کہ تمام ممالک ان تجاویز کو جلد از جلد حکومتوں، انتظامیہ، بچوں اور معاشرہ تک منتقل کر دیں۔ نیز اس کی بہتر تفہیم کے لئے ان دفعات کو علاقائی زبانوں میں تراجم کے بعد منتقل کیا جائے۔

بچے اور قانون سے متعلقہ تمام معاملات میں بلا کسی امتیاز ہر بچے کا یہ حق کہ اس کو اپنا موقف پیش کرنے اور ہر اُس معاملہ کے بارے میں بات کرنے کا موقع فراہم کیا جائے جس سے اس کو نقصان پہنچ سکتا ہو، اس دستاویز کا اہم مقصد ہے۔ آرٹیکل ۱۲ کے بہتر نفاذ کے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس معاملہ میں درپیش قانونی، سیاسی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی رکاوٹوں کو ظاہر کیا جائے جو کہ بچے کو اس کے موثر سماعت کے حق سے محروم رکھنے کی ذمہ دار ہیں۔ نیز اس دستاویز کا یہ بھی مقصد ہے کہ اس حق کو بچوں تک پہنچانے کے لئے تمام ممالک موثر تیاری کریں۔ ممالک ایسے حالات پیدا کریں جن میں بچوں میں ایسی صلاحیت پیدا کی جاسکے کہ اگر وہ قانون کی زد میں آجائیں تو اپنا موقف موثر انداز میں پیش کرسکیں۔ اس کے لئے کئی تربیتی پروگرامز کی بھی ضرورت ہوگی۔ ان مقاصد کی تکمیل ممالک کے لئے ایک بڑا چیلنج ہے۔ تاہم منظم لائحہ عمل اور عملدرآمد کے ذریعے یہ ناممکن الحصول مقصد نہیں کہا جاسکتا (۳۸)۔

درج بالا تمام دستاویزات سے یہ بات ظاہر ہے کہ قیدی بچوں کے حقوق کے بارے میں عصرِ حاضر میں کام جاری ہے۔ تاہم پاکستان اور مغرب کی جیلوں میں بچوں کی حالتِ زار اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اقوام متحدہ کی تجاویز پر عمل نہیں ہو رہا۔ بہاولپور کی جووینائل جیل کی صورتحال ناگفتہ بہ ہے۔ (محقق نے اس کا ایک سروے ۲۰۱۳ میں کیا)۔ اس کے علاوہ بین الاقوامی انصاف کی تنظیمیں پاکستان کی حالتِ زار کے بارے میں لکھتی رہتی ہیں۔ 2016 میں ایک اٹھارہ سال سے کم عمر کے بچے کی سزائے موت کے حوالہ سے کافی تنقید ہوئی۔ ایمنیسٹی انٹرنیشنل نے لکھا کہ ایک اور فرد جو کہ اٹھارہ سال کی عمر میں ماخوذ ہوا، شفقت حسین ہے۔ جس کا مواخذہ انیس مارچ کو ہونا متوقع ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اس کے معاملے میں سنجیدہ، غیر جانبدارانہ اور غیر

متعصبانہ طریق کار کا مطالبہ کیا ہے(۳۹)۔

اس کے علاوہ بچوں پر دہشت گردی ایکٹ کا نفاذ جو کہ ۲۰۰۷ سے معطل تھا۔ حال میں دوبارہ اس کا نفاذ کر دیا گیا ہے۔ اس کی رو سے سات سال یا اس سے زائد عمر کا بچہ اگر دہشت گردی کی کاروائی میں ملوث ہو گا تو اس پر دہشت گردی کی سزا کا نفاذ کیا جائے گا۔ اس کے تحت اس کو سزائے موت بھی دی جا سکتی ہے، جبکہ بین الاقوامی قوانین کی رو سے اٹھارہ سال سے کم عمر کے بچے کو سزائے موت نہیں دی جا سکتی۔ اس قانون کے باعث دنیا میں پاکستان پر تنقید جاری ہے۔

امریکہ کی جیلوں کے بارے میں ۲۰۱۲ میں ایک رپورٹ شائع ہوئی۔ جس میں امریکہ کی جیلوں میں بچوں کی کچھ تصاویر شائع کی گئیں۔ اس رپورٹ سے اقوام متحدہ کے طے کردہ نیز مغرب کے اپنے طے کردہ تمام اصولوں کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ رپورٹ کے مطابق ایک بارہ سالہ بچہ امریکہ کے شہر مسیسپی میں بیلوکسی کی ہیرزن کاؤنٹی جووینائل ڈیٹینشن سینٹر میں بند ہے، جبکہ اقوام متحدہ کے مطابق کوئی بچہ قید تنہائی میں نہیں رکھا جا سکتا۔ کالڈویل ساؤتھ ویسٹ اڈیہو جووینائل ڈیٹنشن سینٹر میں گیارہ سے سترہ سال کے بچے قید تھے۔ ان میں چھ لڑکیاں کرفیو کی پابندی نہ کرنے کے جرم میں سیل میں بند تھیں۔ ایک سولہ سالہ بچہ ساؤتھ بینڈ جووینائل فیسلیٹی انڈیانا میں سیل میں بند تھا جس میں اس کو خوراک بھی سیل کے سوراخ میں سے دی جاتی تھی۔ بچے نے بتایا کہ اسے چھ ماہ کی سزا ہوئی ہے۔ جس میں سے ڈیڑھ ماہ سے وہ یہاں ہے اور اس ڈیڑھ ماہ میں وہ چوتھی مرتبہ سیل میں بند کیا گیا ہے۔ اس بار اس لئے کہ اس نے انتظامیہ کے خلاف دہشت پیدا کرنے کی دھمکی دی ہے۔ ایک چودہ سالہ لڑکی نے بتایا جو کہ سیل میں بند تھی کہ دن میں دو بار اس کے سیل کی مکمل تلاشی ہوتی ہے۔ ہر وہ چیز جو سیل کے اندر ہے وہ باہر نکال دی جاتی ہے، یہاں تک کہ اس کے کپڑے اور میٹرس کے اندر کی بھی تلاشی لی جاتی ہے اور ہر دن میں ایک بار اس کی مکمل جسمانی تلاشی لی جاتی ہے۔ واشنگٹن کاؤنٹی مسسی پی کے بچوں نے بتایا کہ ان کو کتابیں سیل میں لے جانے کی اجازت نہیں(۴۰)۔ یہ سب اقوام متحدہ، مغرب، پاکستان اور اسلام ہر ایک کے قوانین کی خلاف ورزی ہے جو مسلسل جاری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قانون تو ہر جگہ موجود ہے مگر اس پر عمل درآمد نہیں ہے۔

اسلامی تعلیمات ہر ممکن حد تک بچوں کی قید کی حوصلہ شکنی کرتی ہیں۔ فقہاً نے بچوں کو قید کے متبادل سزائیں تجویز کی ہیں۔ ناگزیر صورت میں ہدایات دی ہیں کہ بچے کو اس کے ولی کے پاس قید کیا جائے۔ اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ بچے کو بالغ مجرموں کے ساتھ بہر صورت نہ رکھا جائے۔ بچے کو قید تنہائی میں

نہ رکھا جائے۔ دوران قید بچے کی تعلیم اور جسمانی نشوونما کا انتظام کیا جائے۔ بچے کے حوالے سے ایسی ہی تعلیمات مغربی قوانین میں بھی موجود ہیں۔ مغرب کے ملکی قوانین کے علاوہ "بچوں کے انصاف لیے اقوامِ متحدہ کا اقل ترین معیار" میں بھی بچے کے لیے خاص قوانین وضع کیے گئے۔ اس تحقیق سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ ہر دو طرف مسئلہ اطلاق کا ہے۔ قوانین میں کمی کوتاہی ہو سکتی ہے مگر موجود قوانین پر مشرق و مغرب میں عمل درآمد نہیں کیا جارہا۔

حال ہی میں پاکستان کی پرلیمنٹ نے جوینائل جسٹس سسٹم کے حوالے سے ایک ایکٹ پاس کیا ہے۔ یہ ایکٹ صوبوں کے بجائے پورے پاکستان میں فوری طور پر نفاذ کے لیے تجویز کیا گیا ہے۔ اس میں جووینائل کو قانونی معاونت فراہم کرنے اور گرفتاری کے چوبیس گھنٹے کے اندر اسے اور اس کے گارڈین کو گرفتاری کی وجوہ، عدالت میں پیشی کے مقام اور وقت کے بارے میں آگاہی فرہم کرنے کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ تجویز کیا گیا ہے کہ اس ایکٹ کے نفاذ کے تین ماہ کے اندر گورنمنٹ ہائی کورٹ کی مشاورت سے علیحدہ جووینائل عدالتیں قائم کرے گی۔ یہ عدالتیں متنوع سماعتوں کے لیے ہائی کورٹ کے مختص کردہ مقامات پر قائم کی جائیں گی۔ جج کا معیار اور اس کے لیے وسیع اختیارات متعین کیے گئے ہیں۔ تجویز کیا گیا کہ جووینائل سے متعلق ماضی کے تمام مقدمات بھی ان کی خصوصی عدالتوں کو منتقل کردیے جائیں۔ تاہم منعقد شدہ سماعتوں کی تکرار نہیں کی جائے گی۔ فیصلہ زیادہ سے زیادہ چھ ماہ کے اندر کردیا جائے۔ اس مدت میں فیصلہ نہ ہو سکنے کی صورت میں ہائی کورٹ سے خصوصی توسیع حاصل کی جائے۔ گرفتار کیے جانے والے جووینائل کو جیل یا تھانہ کے بجائے (Observation Home) یا متعلقہ آفیسر کے پاس لے جایا جائے اور فوری طور پر اس کے گارڈین اور پروبیشن آفیسر کو مطلع کیا جائے۔ تاہم یہ گرفتاری شدید جرائم کی صورت میں ہی کی جائے۔ بچوں کے معاملے میں امتناعی گرفتاری کی اجازت نہیں ہے مزید یہ کہ جہاں تک ممکن ہو قید کے متبادل ذرائع اختیار کیے جائیں۔ حتی الامکان جووینائل کو ضمانت پر رہا کیا جائے۔ تاہم خطرناک جرائم کی صورت میں گارڈین کی نگرانی رکھا جائے۔ جووینائل سے تفتیش کم از کم سب انسپکٹر؛ سپرانٹینڈنٹ کی نگرانی میں کرے۔ تفتیشی آفیسر؛ پروبیشن آفیسر اور سوشل ویلفیر آفیسر کی معاونت سے رپورٹ تیار کرے۔ جوینائل کی عمر کے تعین میں اگر یقینی ثبوت نہ ہو تو جدید سائنسی ذرائع کو اختیار کیا جائے۔ کیس کے کسی بھی مرحلے میں؛ معاملے کے خاتمے، اصلاح، اور صلح کو مد نظر رکھا جائے اور اس کے لیے معاملہ کی بحالی، نقصان کی تلافی، معاشرتی ذمہ داریوں میں معاونت، اعتراف جرم اور جیل کے بجائے (Rehabilitation center) میں منتقلی کے ذریعے جووینائل کو اصلاح کی طرف لایا جائے۔ اس ایکٹ کے

نفاذ کے تین ماہ کے اندر جووینائل جسٹس کمیٹی بنائی جائے۔ جس میں ایک میجسٹریٹ، ڈسٹرکٹ پبلک پراسیکیوٹر، بار کا ایک تجربہ کار ممبر (جس کو جج متعین کرے) اور گریڈ سترہ کا ایک پروبیشن آفیسر یا سوشل ویلفیر آفیسر یا شامل ہے۔اس کمیٹی کا دفتر کورٹ کے احاطہ میں ہی ہو۔ یہ کمیٹی ایک ماہ کے اندر سزائے قید کا متبادل تجویز کرے اور دیگر ضروری امور کی سفارش کرے۔ جووینائل کورٹ میں سٹاف، مدعی، گارڈین یا وہ جن کو عدالت طلب کرے کے علاوہ کوئی نہیں بیٹھ سکتا۔ نیز ان میں سے بھی جس کو عدالت ضروری سمجھے متعین وقت کے لیے عدالت سے باہر بھیج سکتی ہے۔ بچے اور بڑے کا ٹرائل ایک ساتھ نہیں کیا جا سکتا۔ بچے کے عدالتی معاملات کی تشہیر کرنے والے کو سزا دی جائے گی۔ پروبیشن آفیسر بچے کے سماجی اور اخلاقی پس منظر، جرم کی وجوہات اور تعلیم کو مد نظر رکھتے ہوئے رپورٹ پیش کرے گا۔ نیز اس کو ہر مرحلے پر طبی اور قانونی معاونت فراہم کی جائے گی، جس کے ذریعے اس کے جیل کے بجائے ری ہیبیلیٹیشن سنٹر میں رہنے کے امکانات بڑھ جائیں۔ کورٹ کو مہیا کی جانے والی رپورٹیں خفیہ رکھی جائیں گی۔ البتہ کورٹ ضروری محسوس کرے تو گارڈین کو دکھا دے۔ تفتیش، مقدمہ کی کاروائی یا فیصلہ کے دوران بچے کے مفاد کو پیش نظر رکھا جائے۔ بچے کو ہتھکڑی، بیڑی، کوڑوں کی سزا یا قید تنہائی کی سزا نہیں دی جائے گی۔ البتہ سولہ سال سے زائد عمر کے جووینائل کو خطرناک جرم کی صورت میں بوقت ضرورت چوبیس گھنٹے کے لیے ہتھکڑی یا قید تنہائی کی سزا دی جا سکتی ہے۔ فی میل جووینائل کی تفتیش کسی بھی حال میں مرد آفیسر نہیں کرے گا۔ ان کو ری ہیبیلیٹیشن سنٹر میں رکھا جائے۔ ان کے لیے علیحدہ ادارے بنائے جائیں۔ یہ ادارے غیر حکومتی عہدیدار بھی بنا سکتے ہیں۔ تاہم ان اداروں کے حالات، انتظام یا نگرانی کی صورتحال پر عدم اطمینان کی صورت میں ان سے سرٹیفیکیٹ واپس لیا جا سکتا ہے۔ کمیٹی کے ممبران ان اداروں کا معائنہ کرتے رہیں گے۔ اس قانون کو سابقہ قوانین پر ترجیح حاصل ہو گی۔ جووینائل جسٹس سسٹم آرڈیننس ۲۰۰۰ اس قانون کے ذریعے منسوخ سمجھا جائے گا۔ آئین پاکستان کی رو سے حکومت بچے کو تحفظ دینے کی پابند ہے۔ اس کے علاوہ اقوام متحدہ کے معلقہ قوانین کی رو سے حکومت اس حوالے سے قانون سازی کرنے کی مجاز ہے۔ لاہور ہائی کورٹ نے PLD 2005 میں اس بات کی سفارش کی تھی کہ حکومت JJSO 2000 کے بجائے نئے قوانین بنائے۔ اس بل پر عمل درآمد کی ضرورت ہے۔ (۴۱)

درج بالا خلاصہ اور ایکٹ کے مفصل مندرجات کو بغور دیکھا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ بیجنگ رولز سے کافی زیادہ مماثلت رکھتا ہے۔ یہ بل حال ہی میں منظور ہوا ہے۔ اس پر عمل درآمد انتہائی ضروری ہے۔ تاہم اسکے لیے بڑے پیمانے پر تبدیلیوں اور نئے اقدامات کی ضرورت ہے۔ جووینائل کی اصلاح نہایت ضروری ہے۔

کیونکہ کسی نابالغ خطاکار کو تمام عمر معاشرے سے جدا رکھنا نہ تو نظام جیل خانہ جات کو مطلوب ہے اور نہ ہی ممکن ہے۔ لامحالہ اس نے معاشرے میں واپس آنا ہے۔ موجودہ جووینائل جسٹس سسٹم کی موجودگی میں وہ افراد معاشرے میں منتقمانہ اور مجرمانہ ذہنیت کے ساتھ واپس آتے ہیں۔ لہٰذا وہ معاشرے کے لیے بجائے مفید شہری بننے کے مزید خطرناک بن کر قید سے واپس آتے ہیں۔ یعنی موجودہ نظام کی صورت میں حکومتیں وسائل اور محنت صرف کرکے اتفاقی مجرموں کو عادی مجرم بنانے کا کام سرانجام دے رہی ہیں۔ اس بل کی تائید اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی کی ہے۔ اگرچہ کونسل کی سابقہ تجاویز بھی عمل درآمد کی منتظر ہیں۔

نتائج تحقیق

۱ عصر حاضر پاکستان اور مغربی ممالک میں بچوں کے لیے بالعموم سزائے قید کا استعمال جاری ہے۔

۲ پاکستان پریزن رولز میں بچوں کے لیے خصوصی قانون سازی کی گئی ہے۔

۳ مغربی ممالک کے قوانین میں بھی قیدی بچوں کے لیے خصوصی قوانین بنائے گئے ہیں۔

۴ اقوام متحدہ کے زیر نگرانی قیدی بچوں کے لیے قانون سازی کی گئی ہے۔

۵ غیر سرکاری تنظیموں؛ سپارک، ایمنیسٹی انٹرنیشنل اور پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے تحت بھی قیدی بچوں کے لیے کام کیا جارہا ہے۔ درج بالا قوانین اور قرار دادوں کے باوجود پاکستان اور مغرب کی جیلوں میں بچوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ بچے دوران قید عملے کے ظلم اور انسانیت سوز رویوں کا شکار ہیں۔

۶ عدالتی نظام تعطل کا شکار ہے۔ مقدمات التوا کا شکار رہتے ہیں۔

سفارشات

۱ خطاکار بچے کو ولی، کسی ذمہ دار فرد یا ادارے کے زیر نگرانی تربیت دی جائے۔

۲ حتی الامکان بچے کو قید نہ کیا جائے۔ اگر ناگزیر صورتحال میں قید کرنا ہو تو یہ قید بغرضِ اصلاح ہو، بغرضِ سزا نہ ہو۔

۳ قید جیل کے بجائے ری ہیبلیٹیشن سنٹر میں ہو۔ لہٰذا متعلقہ ادارے قائم کیے جائیں۔

۴ قید محدود اور مختصر مدت کے لیے ہو۔

۵ دوران قید درسی، فنی، صنعتی اور جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ تعلیم ضرور دی جائے۔

۶ دوران قید عملے کے ہر طرح کے ظلم اور ناانصافی کو روکنے کے نظام کو مضبوط بنایا جائے۔ نیز عملہ کی نگرانی اور جووینائل جیلوں میں ملکی اور بین الاقومی قوانین پر عمل درآمد کی نگرانی کا مناسب انتظام کیا جائے۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) خلیل ، محمد اقبال ، اسلام میں بچوں کے حقوق اور تحفظ، ص : ۱۹، اسلامک ریسرچ اکیڈمی، ادارہ معارف اسلامی، کراچی، اکتوبر : ۲۰۱۱

(۲) ابن نجیم، زین الدین، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، فصل فی الحبس، جز: ٦، ص :٣١٥

(۳) السرخسی، المبسوط ، باب الحبس فی الدین، جز: ۲۰، ص: ۹۱

(۴) الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸٦، جز: ۷، ص: ٦٣

(۵) لجنتہ العلماء، الفتاو ی الهندية، باب الحبس والملازمة، جز: ٣، ص: ٤١٣

(6) History of juvenile justice system. Juvenile Justice in the United States, www.djs .state.md. (accessed 05-15-2015)

(7) Ibid

(8) Jhon Warder, Reg Wilson. The British Borstal Training System, *Journal of Criminal Law and Criminology*, 64, no.1, (1973)119.

(9) Susanna Manis, "More Insights on the English borstal: 'Shaping' of just 'shaking' the young-offender?" *International Journal of Criminology and Sociological Theory* 5, No.3, (2012) 997.

(10) PPR Rule No. (280-304)

)11(www.hrw.org*Bond Prison:* The Juvenile Wards of Prisons: (accessed 05-05-2015)5

(12) Pakistan Prison Rules. Compiled by Irshad Ahmad, Rana "*Prison Laws (Jail Manual)*" (Lahore: Umar book Law house, 2011) 655

(۱۳) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجمعة ، باب الجمعة فی القرى والمدن، جز: ۲، ص: ۵، ح: ۸۹۳

(۱۴) ابن ماجہ، سنن ابن ماجة ، كتاب الادب، باب بر الولد واحسان الى البنات، جز: ۲، ص: ۱۲۱۱، رقم الحدیث: ۳٦٧١

(۱۵) احمد بن حنبل، ابو عبداللہ، فضائل الصحابة ، باب ، فضائل الحسن والحسين، جز : ۳، ص : ۱۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۰

(۱۶) البخاری، الجامع الصحیح ، كتاب الجهاد، باب التحريض على الرمی، جز: ٤، ص: ٣٨، ح: ٢٨٩٩

(۱۷) غزالی، محمد بن احمد، احیاء العلوم الدین، مترجم، مولانا محمد احسن نانوتوی، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور ج: ۳، ص: ۱۰۸

(۱۸) یوسف، 11-14:12
(۱۹) آل عمران، ۳: ۱۵۹
(۲۰) القشیری، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والادب، باب فضل الرفق، ۲۰۰۳/۴
(۲۱) ابن خلدون، عبدالرحمٰن، مقدمة، ج: ۳، ص: ۲۲۴
(22) PPR Rule No. 295
(23) PPR Rule No. 296-299
(24) General Assembly A/Res40/33. United Nations Standard Minimum Rules for the Administration of Juvenile Justice, "*The Beijing Rules*" (1985).
(۲۵) العلق، 5-1:96
(۲۶) ابن ماجہ، سنن ابن ماجة ، افتتاح الکتاب فی الایمان ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، جز : ۱، ص: ۸۱، رقم الحدیث: ۲۲۴
(۲۷) ابن ماجہ، سنن ابن ماجة، کتاب الزهد، باب الحکمة ، جز : ۲، ص: ۱۳۹۵، رقم الحدیث: ٤١٦٩
(28) PPR Rule No. 298-304
(29) Pakistan: Protection of juveniles in the Criminal justice System . http://lib.ochar.org/2004(accessed March 3, 2014)
(30) ibid
(31) SPARC: Society for the Protection of children. "Juvenile Population in Pakistan Prison, 2011. http://www.sparcpk.org.05-05-2015.1
(32) SPARC: Society for the Protection of Rights of Children. 2014. http://www.sparcpk.org.05-05-2015.1
(33) Pakistan Protection of Juveniles .18
(34) dx.doi.org.2015.MAGNT.29 Research Report Vol. 3.(3) p.193.Ashraf Ali , "Juvenile Justice system Ordinance 2000 "
(35) SPARC .2
(36) SPARC .3
(37) UN Committee of the Rights of the Child CRC/C/GC/10 "Convention on the Rights of the Child, Geneva 15 January-2 February 2007."
(38) UN Committee of the Rights of the Child, CRC/C/GC/12 "Convention on the Rights of the Child, Geneva 25 May-12 June 2009".
(39) Amnesty International, Asia and the Pacific, "Juvenile Among 12 Prisoners Executed in Pakistan", Press Release,17 March 2015, Last accessed, 08-24-2015
(40) Peter Brook, "Uncompromising Photos Expose Juvinile Dention in America/Wired ", www.wired.com/2012, Last accessed 5thMay 2015.
(41) National Assembly of Pakistan, "Bill Passed by the National Assembly (Dated Feb. 14, 2018" Last accessed, 02-10-2018

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆